ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

12

www.tanzeem.org

3 تا 9 جمادی الثانی 1436ھ / 24 تا 30 مارچ 2015ء

اس شمارے میں

پاکستانی معاشرہ اور دہشت گردی

سورۂ نوح کا اجمالی جائزہ

ہوش کے ناخن لیجیے!

دین خواہشات کے بجائے احکامات ماننے کا نام ہے

عالم اسلام اور عالمی سازشیں

ہمارا نام صرف...... مسلم

''بیان القرآن'' پر ایک طائرانہ نظر

اُمتِ مسلمہ کی زبوں حالی کا سبب

''تاریخِ اسلام کا سب سے بڑا المیہ نفسانیت کا وہ کھیل ہے جو ہمیشہ اپنا تماشا دکھاتا رہا' ہم نے کبھی اپنے دشمنوں سے شکست نہیں کھائی۔ تاریخِ عالم اور تاریخِ اسلام پر نظر رکھنے والے ایک طالب علم کی یہ بات سن لیں اور اس کو اپنے دل و دماغ میں امانت رکھ لیجیے کہ ہم نے اپنے دشمنوں سے شکست نہیں کھائی ہے۔ ہم نے اپنے اندرونی اختلافات کے باعث شکست کھائی ہے' اسی نفسانیت کی بدولت ہم نے سلطنتیں کھوئی ہیں' ہماری مملکتوں کے چراغ گل ہوئے اور اسلام بعض اوقات پورے پورے ملکوں سے خارج کر دیا گیا ہے۔

اس کی میں صرف ایک مثال دوں گا' وہ مثال سپین کی ہے۔ سپین سے اسلام کو نکالنے والی سب سے بڑی طاقت نفسانیت اور باہمی خانہ جنگی تھی۔

میں یہ تسلیم نہیں کرتا کہ تنہا عیسائی طاقت نے اندلس سے اسلام اور مسلمانوں کو نکالا اور ان کا چراغ گل کر دیا' اس میں بہت کچھ دخل تھا شمالی عربوں' حجازیوں اور یمنی عربوں کی باہمی آویزش اور داخلی نزاعات کا' جو عرصہ سے چل رہے تھے۔ یمنی اور حجازی' ربیعہ اور مضر کی باہمی جنگ سے یہ نوبت آئی کہ اسلام سپین سے آخری طور پر نکال دیا گیا اور یہ ملک اقبال کے الفاظ میں اذانوں سے محروم ہو گیا ؎

دیدۂ انجم میں ہے تیری زمیں آسماں
آہ کہ صدیوں سے ہے تیری فضا بے اذاں

یہی داستان اکثر اسلامی ملکوں کی ہے۔ برصغیر ہند میں مغلوں کا شیرازہ بکھیرنے والی' مسلمانوں کو اقتدار سے محروم کر دینے والی اور ان کی طاقت کا چراغ گل کر دینے والی چیز یہی نفسانیت تھی۔''

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُورۃ بَنی اِسۡرائِیل

تمہیدی کلمات

سورۂ بنی اسرائیل اور سورۃ الکہف دونوں مل کر ایک حسین وجمیل جوڑا بناتی ہیں۔ قرآن عظیم کے وسط میں یہ دو سورتیں حکمتِ قرآنی کے دو عظیم خزانے ہیں۔ ان دونوں کے مابین کئی حوالوں سے مشابہت بھی پائی جاتی ہے اور کئی پہلوؤں سے ان کی آپس میں خصوصی نسبت بھی ظاہر ہوتی ہے۔ یہ دونوں سورتیں کس کس اعتبار سے complementary حیثیت رکھتی ہیں یہ بات ان کے مطالعہ کے دوران واضح ہو جائے گی‘ تاہم اس سلسلے میں اہم نکات درج ذیل ہیں:

(۱) سورۂ بنی اسرائیل کا آغاز اللہ کی تسبیح ﴿سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ ......﴾ سے ہوتا ہے‘ جبکہ سورۃ الکہف بھی اللہ کی تحمید ﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ......﴾ سے شروع ہوتی ہے۔ ان دونوں کلمات کا باہمی تعلق اس حدیث سے واضح ہوتا ہے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے: ((اَلتَّسۡبِیۡحُ نِصۡفُ الۡمِیۡزَانِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ یَمۡلَؤُہٗ))(۱) ’’تسبیح نصف میزان ہے اور الحمد للّٰہ اسے بھر دیتا ہے‘‘۔ یعنی سبحان اللہ کہنے سے معرفتِ خداوندی کی میزان آدھی ہو جاتی ہے اور الحمد للّٰہ کہنے سے یہ میزان مکمل طور پر بھر جاتی ہے۔ گویا یہ دونوں کلمات مل کر کسی انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کے اثاثے کی تکمیل کرتے ہیں۔ آگے چل کر المُسَبِّحات (وہ سورتیں جن کا آغاز اللہ کی تسبیح سے ہوتا ہے) کے مطالعہ کے دوران اس مضمون پر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے گی۔

(۲) سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں مذکور ہے کہ ’’اللہ اپنے بندے کو لے گیا‘‘ جبکہ سورۃ الکہف کی پہلی آیت میں فرمایا کہ ’’اللہ نے اپنے بندے پر کتاب اتاری‘‘۔ گویا دونوں مقامات کی باہم متلازم (reciprocal) نسبت ہے۔

(۳) دونوں سورتوں کی ابتدائی آیات میں نبی اکرم ﷺ کے لیے رسول کے بجائے عبد کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

(۴) سورۂ بنی اسرائیل کی آخری دو آیات کا آغاز لفظ ’’قُلْ‘‘ سے ہوتا ہے اور اسی طرح سورۃ الکہف کی آخری دو آیات بھی لفظ ’’قُلْ‘‘ سے شروع ہوتی ہیں۔ نیز ان دونوں مقامات کی دو دو آیات کے مضامین میں باہم متلازم (reciprocal) نسبت ہے۔

فرمان نبویؐ

استکبار اور اسراف سے بچو

عَنۡ عَمۡرِو بۡنِ شُعَیۡبٍ عَنۡ اَبِیۡہِ عَنۡ جَدِّہٖ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ ((کُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا وَتَصَدَّقُوۡا وَالۡبَسُوۡا مَالَمۡ یُخَالِطۡ اِسۡرَافٌ وَلَا مَخِیۡلَۃٌ)) (رواہ احمد ونسائی وابن ماجہ)

عمرو بن شعیب اپنے والد شعیب سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اجازت ہے کھاؤ، پیو، دوسروں پر صدقہ کرو، اور کپڑے بنا کر پہنو، بشرطیکہ اسراف اور نیت میں فخر واستکبار نہ ہو۔‘‘

تشریح: کھانے پینے کی چیزیں اور لباس اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ جس کو اچھی خوراک اور اچھا لباس میسر ہو اُسے ان نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت ہے۔ شرط یہ ہے کہ نہ تو اسراف ہو اور نہ دل میں فخر اور تکبر ہو اور چاہیے پھر یہ کہ آدمی ان خداداد نعمتوں سے دوسرے ضرورت مندوں کی کھانے اور لباس سے مدد کرے۔

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

3 تا 9 جمادی الثانی 1436ھ جلد 24
24 تا 30 مارچ 2015ء شمارہ 12

مدیر مسئول حافظ عاکف سعید

مدیر ایوب بیگ مرزا

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور- 54000
فون: 36316638-36366638-36293939
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور 54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
’’مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن‘‘ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

’’ادارہ‘‘ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پاکستانی معاشرہ اور دہشت گردی

اگر گزشتہ چند ہفتوں کے اخبارات پر سرسری نگاہ ڈالیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ پاکستانی معاشرہ بحیثیت مجموعی دماغی توازن کھو چکا ہے۔ مثلاً سانحہ بلدیہ ٹاؤن کراچی جہاں بھتہ وصول نہ ہونے پر ایک فیکٹری کے دو سو انسٹھ کارکنوں کو زندہ جلا کر ہلاک کر دیا گیا۔ شکار پور کی ایک امام بارگاہ کو بم سے اُڑا دیا گیا جس سے درجنوں افراد لقمہ اجل بن گئے۔ لاہور میں عیسائی چرچ کے قریب حملہ ہوا، نو عیسائی اور سات مسلمان موقع پر زندگی کی بازی ہار گئے۔ بہت سے شدید زخمی ہوئے جس پر احتجاج ہوا اور احتجاج کرنے والوں نے دو افراد کو زندہ جلا دیا۔ کراچی میں ایک ٹارگٹ کلر نے اعتراف کیا ہے کہ اُس نے اپنی جماعت کی قیادت کی ہدایت پر ایک سو بیس افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہ اجتماعی سطح پر کی گئی قتل و غارت گری کی وارداتیں ہیں۔ نجی اور انفرادی سطح پر بدترین ظلم وستم ڈھائے جانے کی داستانیں بھی بکھری پڑی ہیں۔ مثلاً کئی کمسن اور معصوم بچیوں کے اغوا اور زیادتی کے بعد قتل کرنے کی بہت سی خبریں ہیں۔ مالی کرپشن، تجارت میں دھوکہ اور بددیانتی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ خوراک اور دوائیوں میں ملاوٹ کر کے انسانی جانوں سے کھیلا جا رہا ہے۔ ایک دوسرے زاویہ سے معاشرہ پر نگاہ ڈالیں تو اس پر مذہب کا رنگ بہت گہرا ہوتا نظر آتا ہے۔ پاکستان میں مساجد کی تعداد میں بڑھتی آبادی کی نسبت سے بھی زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ خوبصورت قالین بچھے ہیں، ایئر کنڈیشنر اور نمازیوں کے لیے تمام وہ سہولتیں موجود ہیں جو عام آدمی کو گھر پر بھی میسر نہیں۔ مدارس کو صدقات اور خیرات دینے والوں کا تانتا بندھا ہوا ہے۔ حج اور عمرہ کے لیے لوگ بے تاب نظر آتے ہیں۔ عمران خان اگر پشاور کے کینسر ہسپتال کے لیے چندہ کی اپیل کرتے ہیں تو دنوں میں ایک ارب اکٹھا ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کہ دروس قرآن اور درود وسلام کی محافل سجائی جاتی ہیں۔ علمائے کرام اور واعظین کی آڈیو ویڈیو کیسٹس ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوتی ہیں۔ انتہائی اہم سوال یہ ہے کہ معاشرہ پر اس کے اثرات مکمل طور پر برعکس کیوں مرتب ہو رہے ہیں؟ جرائم میں بے حساب اضافہ کیوں ہو رہا ہے اور جرائم بھی ایسے جن سے بہیمیت اور درندگی بُری طرح ٹپک رہی ہو۔ ایسی ایسی داستانیں سننے، پڑھنے اور دیکھنے کو ملتی ہیں کہ مسلمان ہی نہیں بلکہ انسانیت کے لیے بھی باعث شرم ہیں۔ دولت اور دنیوی جاہ وجلال کے لیے غیرت وحمیت کی نیلامی عام ہے۔ اینٹ، سیمنٹ کی بنی ہوئی عمارتوں کی خاطر بھائی بھائی کا خون بہا رہا ہے۔ فحاشی وعریانی اور بے حیائی کو ماڈرنائزیشن کا نام دے دیا گیا ہے۔ اب ناچنے گانے والی طوائف نہیں، فنکارہ کہلاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ دین ودنیا کو تقسیم کرنے کا نتیجہ ہے۔ یہ اُس سیاست اور ماہرانہ سفارت کاری کا نتیجہ ہے جس کے مطابق شیطان اور رحمان دونوں کو خوش رکھنے کی اپنے تئیں کوشش کی جاتی ہے۔ اس فساد کی ذمہ داری قائدین اور عوام دونوں پر عائد ہوتی ہے۔ لیکن حق اور سچ یہ ہے کہ اس ملک کو جہنم زار بنانے میں ہماری سیاسی و عسکری قیادت نے انتہائی اہم بلکہ کلیدی رول ادا کیا ہے۔ آیئے ہم پاکستان کی 67 سالہ تاریخ میں اپنی قیادت کے اس رول کا مختصراً جائزہ لیں۔ تحریک پاکستان اسلام کے نام پر چلائی گئی۔ مسلمانانِ برصغیر کو ’’پاکستان کا مطلب کیا، لا الٰہ الا اللہ‘‘ بتایا گیا۔ ڈیڑھ سال کے عرصہ میں قومی اسمبلی جو آئین ساز اسمبلی بھی تھی، نے قرار داد مقاصد منظور کی لیکن اسی قیادت نے الاٹمنٹ کے نام پر مالی بددیانتی کا آغاز کیا۔ حیدر آباد دکن کی ریاست سے جو

سونا پاکستان منتقل ہوا، معتبر ترین ذرائع کے مطابق آدھا حکومتی خزانہ میں جمع ہوا اور آدھا اُس وقت کے گورنر جنرل ہڑپ کر گئے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کوٹہ سسٹم اور روٹ پرمٹ سسٹم لاگو ہوئے، یہ سب کچھ مالی بددیانتی کرنے کے حیلے اور بہانے تھے۔ حصول دولت کے لیے اقتدار اور قوت ناگزیر ہو گیا تو سیاست میں بے ہنگم انداز اختیار کیا گیا جس سے ملک میں سیاسی عدم استحکام پیدا ہو گیا۔ نتیجتاً 1958ء میں مارشل لا آدھمکا۔ شروع شروع میں مارشل لا سے کچھ بہتری پیدا ہوئی لیکن پھر عسکری قیادت بھی اسی راہ پر گامزن ہو گئی۔ فوجیوں کی قوت زیادہ تھی، لہٰذا لوٹ مار بھی زیادہ ہوئی۔ یہ لوٹ مار آج تک جاری ہے اور تیز سے تیز تر ہو رہی ہے۔ کبھی سویلین قیادت اور کبھی فوجی قیادت یہ فریضہ سرانجام دے رہی ہے۔ صحیح تر الفاظ میں اب تو ملک معاشی دہشت گردی کی زد میں ہے۔ معاشی لحاظ سے ہر معاشرہ تین حصوں میں تقسیم ہوتا ہے: امیر، متوسط اور غریب۔ حقیقت یہ ہے کہ اس معاشی دہشت گردی نے متوسط طبقہ کو بُری طرح متاثر کیا۔ اگر عرب ریاستوں کا سیال سونا متوسط طبقہ کو اپنی طرف کھینچ کر اُس کے لیے آکسیجن کا کام نہ کرتا تو ہمارے معاشرے کی معاشی دہشت گردی متوسط طبقہ کو زندہ دفن کر دیتی۔ اس کے باوجود بہت بڑی تعداد میں متوسط طبقہ سے لوگ پھسل کر غربت کے دائرے میں داخل ہوئے اور بہت سے غریب غربت کی لکیر سے نیچے چلے گئے۔ دوسری طرف سیاست دان، جرنیل اور اُن کے آس پاس کے لوگ بے پایاں دولت کے مالک بن گئے، جس سے اُن کا یورپ اور امریکہ سے بہت گہرا تعلق قائم ہو گیا۔ غریب آدمی اتنی آسانی سے پاکستان کے ایک شہر سے دوسرے شہر نہیں جا سکتا جتنی آسانی سے وہ یورپ اور امریکہ کے چکر لگاتے ہیں۔ مغربی ممالک میں ہی اس ایلیٹ کلاس کی اولاد تعلیم حاصل کرنے جاتی ہے اور اپنی معمولی سے معمولی بیماری کا علاج بھی یہ وہیں سے کراتے ہیں۔ لہٰذا پاکستان میں تعلیم اور صحت کی سہولتیں فراہم کرنے میں اُنہیں کوئی دلچسپی نہیں۔ پھر یہ کہ دولت اپنی نمائش چاہتی ہے۔ لہٰذا مغربی ممالک سے آلات نمائش بھی پاکستان درآمد ہوئے اور مغربی تہذیب بھی آدھمکی۔ الیکٹرانک میڈیا نے اس تہذیب کو خوب اور بڑھ چڑھ کر اچھالا۔ یہ اب ہماری ایلیٹ کلاس کی تہذیب بن چکی ہے۔ معاشرتی سطح پر جب ہم بربادی کے اس راستہ پر چلے تو اسلام دشمن قوتوں نے اس کی خوب مالی اور اخلاقی مدد کی اور سیکولر طبقہ میں کچھ لوگوں کو N.G.O'S بنانے کی ترغیب دی۔ اب اِن کے ذریعے پاکستان کو معاشرتی لحاظ سے تباہ و برباد کرنے کی بھرپور کوششیں جاری ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یقیناً اُنہیں اس حوالہ سے کامیابی ہوئی ہے اور وہ ہمارے سماجی نظام میں دراڑ ڈالنے میں یقیناً کامیاب ہوئے ہیں، لیکن ہمارا یہ مورچہ اللہ کے فضل و کرم سے اتنا پختہ ہے کہ انتہائی ناموافق حالات میں بھی مدافعت کر رہا ہے۔ لیکن اگر ہم نے خصوصی توجہ دے کر دشمن کے اس حملہ کو پسپا نہ کیا تو ہماری مدافعت مزید کمزور اور ختم ہو سکتی ہے۔

دہشت گردی کے حوالہ سے ہمارے معاشرے میں سب سے بڑا ظلم عسکری سطح پر ہوا۔ سوویت یونین نے طاقت کے نشہ میں افغانستان میں اپنی افواج داخل کر دیں۔ امریکہ جو اس تاک میں تھا کہ سپرمیسی کی دوڑ میں کسی طرح سوویت یونین کو پچھاڑ دے اور خود دنیا کی سپریم پاور بن کر من مانیاں کرے، اُس نے سوویت یونین کی اس حماقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سوویت یونین کے خلاف پروپیگنڈا کا پہاڑ کھڑا کر دیا کہ سوویت یونین افغانستان اور پاکستان کو روندتا ہوا گرم پانیوں تک پہنچنا چاہتا ہے۔ سوویت یونین چونکہ ایک ملحد ریاست تھی اور اللہ کی انکاری تھی لہٰذا امریکہ نے مذہب کے نام پر دُہائی دی، مسلمانوں کو جہاد کا سبق یاد دلایا اور دنیا بھر سے مسلمان مجاہدین کو افغانستان میں سوویت یونین کی مزاحمت کے لیے جمع کر دیا۔ اُن کی مالی اور اسلحی مدد کی اور اسلام بمقابلہ الحاد کا مسئلہ پیدا کر کے مسلمانوں کو سوویت یونین کے خلاف اکسایا۔ قصہ مختصر، مسلمان مجاہدین امریکہ کی مدد سے چند سال میں اس قابل ہو گئے کہ اُنہوں نے سوویت یونین کو واپسی پر مجبور کر دیا۔ سوویت یونین کو یہ جنگ بہت مہنگی پڑی اور وہ دیوالیہ ہو کر شکست و ریخت کا شکار ہو گیا۔ امریکہ کا مقصد پورا ہوا تو وہ افغانستان کو غیر یقینی صورت حال میں چھوڑ کر بوریا بستر لپیٹ کر واپس چلا گیا۔ دوسرے ممالک سے آئے ہوئے مجاہدین اپنے وطن کو خیر باد کہہ کر افغانستان منتقل ہو چکے تھے، اُن کے لیے واپس جانا آسان نہ تھا اور نہ اُن ممالک کی حکومتیں خطرہ مول لینے کو تیار تھیں کہ ان جنگجوؤں کو دوبارہ قبول کریں۔ افغانستان میں انارکی پھیل گئی، تب طالبان افغانستان اٹھے۔ پاکستان نے بھی اپنی ہمسائیگی میں انارکی ختم کرنے کے لیے اُن کا ساتھ دیا اور وہ دنوں میں افغانستان کے 90 فیصد حصہ پر قابض ہو گئے۔ امریکہ نے بھی انہیں سیدھے سادے مولوی سمجھ کر کوئی رکاوٹ نہ ڈالی، لیکن جب طالبان افغانستان نے امارت اسلامیہ کا اعلان کر دیا، اور وہ امن و امان قائم کرنے اور ایک مکمل اسلامی فلاحی ریاست بنانے کی طرف بڑھنے لگے، علاوہ ازیں وہاں پوست کی کاشت ختم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ سب کچھ کسی معجزہ سے کم نہ تھا۔ بعدازاں اُنہوں نے امریکہ کو تیل کی پائپ لائن کا ٹھیکہ دینے سے انکار کیا تو امریکہ کی نیت میں فتور آ گیا۔ اُس نے نائن الیون کا ڈراما رچایا اور افغانستان میں آدھمکا اور وہی مجاہدین جنہیں اُس نے کبھی سر پر بٹھایا ہوا تھا اور وائٹ ہاؤس میں ریڈ کارپٹ استقبال کرتا تھا، اُنہیں دہشت گرد قرار دے دیا۔ پاکستان کی عسکری قیادت نے جو ظلم عظیم اس یعنی پاکستانی معاشرہ پر ڈھایا وہ یہ تھا کہ امریکہ کی اِسی ریاستی دہشت گردی میں اُس کا فرنٹ لائن اتحادی بن گیا۔ پھر بعد کی کہانی کون نہیں جانتا کہ کیسی کیسی کارپٹ بمباری ہوئی۔ سمارٹ بم اور انتہائی مہلک ہتھیار اور بیماری پھیلانے والا بارود وہاں استعمال کیا گیا۔ بہت سے افغانیوں نے پاکستان کے قبائلی علاقوں میں پناہ لی اور افغانستان میں امریکہ کے خلاف گوریلا جنگ شروع ہو گئی۔ پاکستان میں مقیم افغانی اس جنگ میں امریکہ کے خلاف کارروائیاں کرتے تھے۔ ایٹمی قوت ہونے کی وجہ سے امریکہ بھی پاکستان کا منافق دوست تھا۔ وہ اسرائیل کے تحفظ کے لیے اِسے ایٹمی صلاحیت سے محروم کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے یہ سٹریٹیجی اختیار کی کہ پاکستان کو مجبور کیا کہ وہ اپنے قبائلیوں کے خلاف جنگ کرے۔ (باقی صفحہ 18 پر)

حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نوسو سال دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دیا!

قوم کے انکار پر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے پوری قوم کو غرق کر دیا!

حضرت نوحؑ کو آدمِ ثانی بھی کہا جاتا ہے!

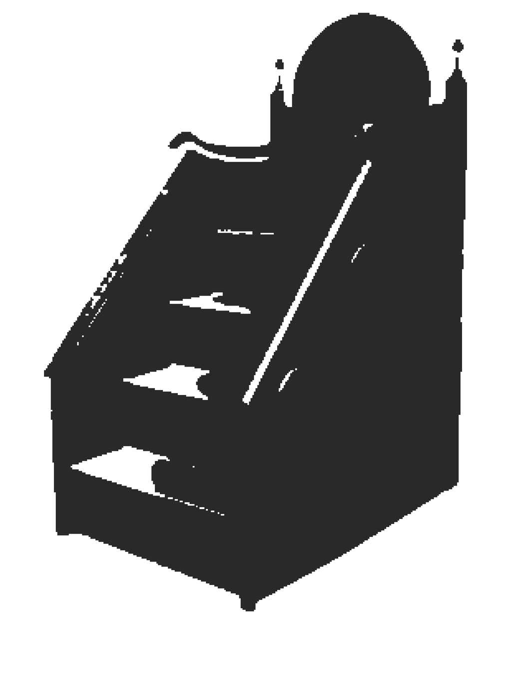

سورۂ نوح کا اجمالی جائزہ

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی لاہور میں قرآن اکیڈمی کے ریسرچ سکالر مؤمن محمود کے 13 مارچ 2015ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

حضرات! ابھی آپ نے سورۂ نوح کی چند آیات سماعت فرمائی ہیں۔ یہ قرآن مجید کی واحد سورت ہے جس میں سوائے ایک نبی یعنی حضرت نوح علیہ السلام، ان کی دعوت، دعوت کا طریقہ کار اور دعوت کو نہ ماننے کی صورت میں قوم کے انجام کے سوا کسی اور چیز کا تذکرہ نہیں ہے۔ آج کی گفتگو میں ہم اس سورت کا مختصر جائزہ لیں گے۔

سورت کی ابتدا میں فرمایا:

﴿اِنَّآ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِهٖۤ اَنۡ اَنۡذِرۡ قَوۡمَكَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِيَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ (1)﴾

”ہم نے بھیجا نوح کو اُس کی قوم کی طرف کہ خبردار کر دو اپنی قوم کو اس سے پہلے کہ آدھمکے ان پر ایک دردناک عذاب۔“

ہر نبی کی دعوت کے ابتدائی مرحلے میں انذار کا پہلو غالب رہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتدا میں قوم کی حالت بہت ابتر ہوتی ہے اور وہ جہنم کی کھائی کے دہانے پر ہوتی ہے۔ اس صورت حال میں نبی آ کر اسے خبردار کرتا ہے کہ اپنے آپ کو اللہ کے عذاب سے بچالو۔

سیدنا نوحؑ نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی قوم سے کہا:

﴿قَالَ يٰقَوۡمِ اِنِّىۡ لَـكُمۡ نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ (2)﴾

”اُس نے کہا: اے میری قوم کے لوگو! میں تمہارے لیے واضح طور پر ایک خبردار کرنے والا ہوں۔“

اور میری دعوت کا خلاصہ وہی ہے جو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کا خلاصہ ہے:

﴿اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوۡهُ وَاَطِيۡعُوۡنِ (3)﴾

”کہ تم لوگ اللہ کی بندگی کرو، اس کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو۔“

نبی کی اطاعت کا مطلب یہ ہے کہ عبادت کا طریقہ وہی معتبر ہے جو نبی بتائے گا۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ کی شریعت قیامت تک کے لیے ہے، لہٰذا عبادت کے وہی طریقے قابل قبول ہوں گے جو آپؐ سے ماخوذ ہیں۔

اگلی آیت میں یہ بتایا گیا کہ جو بھی اس دعوت کو مانے گا اللہ اس کے گناہوں کو بخش دے گا اور جو اس دعوت پر کان نہیں دھرے گا تو دنیا ہی میں اس پر عذاب استیصال آجائے گا۔ فرمایا:

﴿يَغۡفِرۡ لَـكُمۡ مِّنۡ ذُنُوۡبِكُمۡ وَيُؤَخِّرۡكُمۡ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ‌ ۘ لَوۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ (4)﴾

مرتب: حافظ محمد زاہد

”اللہ تمہارے کچھ گناہ معاف کر دے گا اور تمہیں مہلت دے دے گا ایک وقت معین تک۔ جب اللہ کا مقرر کردہ وقت آ گیا تو اسے کوئی مؤخر نہیں کر سکے گا۔ کاش کہ تمہیں معلوم ہوتا۔“

اگلی آیت میں سیدنا نوح علیہ السلام اپنے رب سے مخاطب ہو کر اپنی قوم کا حال گوش گزار کر رہے ہیں:

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّىۡ دَعَوۡتُ قَوۡمِىۡ لَيۡلًا وَّنَهَارًا (5)﴾

”اس نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! میں نے اپنی قوم کو رات دن دعوت دی ہے۔“

سیدنا نوح علیہ السلام اپنی قوم کو 30، 40 سال نہیں، بلکہ ساڑھے نوسو سال تک صبر و عزیمت کے ساتھ مستقل دعوت دیتے رہے اور اس کا نتیجہ یہ نکلا:

﴿فَلَمۡ يَزِدۡهُمۡ دُعَآءِىۡۤ اِلَّا فِرَارًا (6)﴾

”لیکن میری اس دعوت نے ان میں کچھ اضافہ نہیں کیا سوائے فرار کے۔“

یعنی جتنا میں ان کو پکارتا گیا یہ لوگ اتنا ہی مجھ سے اور تیرے دین سے دور ہوتے چلے گئے۔ سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم ایک طرف تو آپؑ کی دعوت قبول کرنے سے انکاری تھی اور دوسری طرف ان کا رویہ بہت تکلیف دہ تھا۔ اس کی ایک جھلک آیت 7 میں دکھائی گئی ہے۔ فرمایا:

﴿وَاِنِّىۡ كُلَّمَا دَعَوۡتُهُمۡ لِتَغۡفِرَ لَهُمۡ جَعَلُوۡۤا اَصَابِعَهُمۡ فِىۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَاسۡتَغۡشَوۡا ثِيَابَهُمۡ وَاَصَرُّوۡا وَاسۡتَكۡبَرُوا اسۡتِكۡبَارًا (7)﴾

”اور میں نے جب بھی انہیں پکارا تا کہ تو ان کی مغفرت فرما دے تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑے بھی اپنے اوپر اوڑھ لیے، اور وہ ضد پر اڑ گئے اور انہوں نے تکبر کیا بہت زیادہ تکبر۔“

ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سیدنا نوح علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف بلاتے تھے اور قوم ان پر تشدد کرتی تھی یہاں تک کہ آپؑ بے ہوش ہو کر گر جاتے تھے اور جب آپؑ کو افاقہ ہوتا تھا تو آپؑ پھر سے کھڑے ہو کر نئے سرے سے دعوت کا کام شروع کر دیتے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلانے کے لیے ہر طریقہ استعمال کیا:

﴿ثُمَّ اِنِّىۡ دَعَوۡتُهُمۡ جِهَارًا (8) ثُمَّ اِنِّىۡۤ اَعۡلَنۡتُ

لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا(9) فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا(10)

"پھر (اے پروردگار) میں نے انہیں بلند آواز سے بھی پکارا، پھر میں نے انہیں اعلانیہ دعوت بھی دی اور خفیہ طور پر بھی سمجھایا۔ میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ تم اپنے رب سے استغفار کرو یقیناً وہ بہت بخشنے والا ہے۔"

معاف کرنا اللہ تعالیٰ کی اصلی صفت ہے، جبکہ عذاب دینا اس کی حقیقی صفت نہیں ہے۔ یہ تو انسان اپنے کرتوتوں کی بنیاد پر اللہ کے عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اگر کوئی خطا ہو جائے یا گناہ سرزد ہو جائے تو وہ استغفار کرے۔ استغفار کا مطلب زبان سے اقرار کرنا بھی ہے لیکن اس کا حقیقی مطلب یہ ہے کہ انسان کو گناہ کے کام پر شدید ندامت ہو اور وہ اپنے عمل کو درست کرتے ہوئے سیدھی راہ پر آ جائے۔ اور اگر اس نے کسی کے حقوق چھینے ہیں تو وہ واپس کرے۔ یہ توبہ کے تقاضے ہیں اور جب تک یہ تقاضے پورے نہ ہوں تو صرف زبان سے استغفار کی تسبیح کرنے سے توبہ نہیں ہوتی۔

سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اگر تم حقیقی توبہ کرو گے تو تم پر اللہ کے انعامات اور اس کی برکتوں کا نزول ہوگا:

يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا (11) وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا(12)

"وہ تم پر آسمان سے لگاتار بارش برسائے گا۔ اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں باغ عطا کرے گا اور ان میں تمہارے لئے نہریں بہا دے گا۔"

اس ضمن میں یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ اگر توبہ کرتے وقت دنیا ملنے کی نیت ہو تو پھر یہ حقیقی توبہ نہیں رہے گی۔ حقیقی توبہ تو یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی عبودیت کا تقاضا سمجھتے ہوئے اللہ کی طرف رجوع کیا جائے اور اس میں مال و دولت کا حصول مقصود نہ ہو۔ البتہ توبہ اور استغفار کے نتیجے میں اگر مال و دولت مل جائے تو اچھی بات ہے اور اگر نہ بھی ملے تب بھی انسان کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے راستے سے نہیں ہٹنا چاہیے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کئی اعتبارات سے ہمیں آزما رہا ہے۔ سورۃ البقرہ، آیت 155 میں فرمایا:

"ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمہاری آزمائشیں کریں گے"۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ سب سے زیادہ آزمائشیں انبیاء پر آتی ہیں اور پھر ان پر جو نبی کے زیادہ قریب ہیں۔ ایک صاحب رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! میں آپؐ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے جواب دیا: ذرا غور کرو کہ تم کیا دعویٰ کر رہے ہو۔ ان صاحب نے تین دفعہ یہی بات دہرائی تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ اگر تمہیں مجھ سے محبت ہے تو فقر و فاقہ کے لیے ہر وقت اپنے آپ کو تیار رکھنا۔ گویا ہمیں یہ نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ دیندار بنیں گے تو اللہ کی طرف سے لازماً دودھ اور شہد کی نہریں دنیا میں عطا ہو جائیں گی۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے آزمائش آئے تاکہ اللہ تعالیٰ جانچ

پریس ریلیز 16 مارچ 2015ء

یوحنا آباد میں چرچ پر حملہ انتہائی قابل مذمت اور شرمناک ہے

مسیحی برادری کی طرف سے بھی توڑ پھوڑ اور دو افراد کا متشددانہ قتل اور لاشوں کا جلا دینا وحشیانہ اور غیر انسانی فعل ہے

حافظ عاکف سعید

یوحنا آباد میں چرچ پر حملہ انتہائی قابل مذمت اور شرمناک ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ ضرب عضب پر ردعمل ایک عام آدمی پر بھی واضح تھا۔ پھر پنجاب حکومت اقلیتوں کی عبادت گاہ کا تحفظ کرنے میں کیوں ناکام رہی۔ انہوں نے عیسائی برادری سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ ظلم ناقابل برداشت ہے ہم سانحہ کا شکار ہونے والے تمام لوگوں کے ورثاء کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ اسلام کے ان زریں احکامات کی صریحاً خلاف ورزی ہے جو وہ اقلیتوں کی جان و مال اور عبادت گاہوں کی حفاظت کے حوالے سے دیتا ہے۔ انہوں نے مسیحی برادری کے ردعمل کو بھی نامناسب اور غلط قرار دیا جس کے مطابق انہوں نے سرکاری املاک کی توڑ پھوڑ کی خاص طور پر دو افراد کا متشددانہ قتل اور ان کی لاشوں کو جلا دینا انتہائی قابل مذمت ہے یہ بھی وحشیانہ اور غیر انسانی فعل ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ دونوں طرف سے قانون شکنی کرنے والے افراد کو گرفتار کر کے سخت ترین سزا دینی چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ خودکش حملہ آور تو اپنے انجام کو پہنچ گئے ان کے سرپرستوں کے خلاف کارروائی ہونی چاہیے اور دو افراد کے قاتل جو ویڈیو فوٹیج میں صاف نظر آ رہے ہیں انہیں بھی گرفتار کر کے سزائے موت دی جائے۔

پریس ریلیز 20 مارچ 2015ء

ایم کیو ایم تشدد کی سیاست کو خیر باد کہہ کر عوام کے حقوق کی جنگ سیاسی انداز میں لڑے اور اپنی جماعت کو دہشت گردوں سے پاک کرے

پاکستان کو حقیقی اسلامی فلاحی ریاست بنائے بغیر ہمارے مسائل کسی صورت حل نہیں ہوں گے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطبہ جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ اگر پاکستان کو سیکولر ریاست ہی بنانا تھا تو برصغیر کی تقسیم کی سرے سے ضرورت ہی نہ تھی۔ یوم پاکستان کے حوالہ سے گفتگو کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ حقیقت میں نظریۂ پاکستان کو عملی تعبیر دینے کی ضرورت ہے وگرنہ ریاست پاکستان اپنا جواز کھو بیٹھے گی۔ کراچی آپریشن کے حوالہ سے گفتگو کرتے ہوئے اُنہوں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ جو جماعت مہاجروں کے حقوق اور اُن سے ہونے والی زیادتیوں کو ختم کرنے کے لئے میدان میں اتری تھی وہ خود دہشت گرد کارروائیوں میں ملوث ہوگئی۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ تمام جرائم پیشہ افراد، گروہوں اور جماعتوں کے خلاف بلا امتیاز آپریشن ہونا چاہیے کسی شخص یا جماعت کو بھتہ خوری اور خونریزی کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ صولت مرزا کے انکشافات کا حوالہ دیتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ عوام کی اکثریت ان وارداتوں سے پہلے ہی واقف تھی۔ حکمرانوں نے غفلت اور نااہلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجرموں پر ہاتھ ڈالنے میں بہت دیر کی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ صولت مرزا کی سزائے موت میں کوئی رعایت کی گئی تو یہ سارے آپریشن ہی کو مشکوک بنا دے گا۔ اُنہوں نے حکومت اور فوج سے مطالبہ کیا کہ ماضی کی طرح فوجی آپریشن کو ادھورا نہ چھوڑا جائے بلکہ اسے منطقی انجام تک پہنچایا جائے۔ اُنہوں نے کہا کہ ایم کیو ایم تشدد کی سیاست کو خیر باد کہہ کر عوام کے حقوق کی جنگ سیاسی انداز میں لڑے اور اپنی جماعت کو دہشت گردوں سے پاک کرے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

لے کہ کون صادق ہیں اور کون جھوٹے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر انسان سیدھی راہ پر رہے گا تو تنگی کے بعد بہر حال اللہ تعالیٰ آسانی عطا فرمائیں گے۔

اس ضمن میں ایک واقعہ بھی ہے کہ سیدنا حسن بصریؒ اپنی ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک صاحب آ کر کہنے لگے کہ میرے ہاں اولاد نہیں ہوتی۔ انہوں نے کہا کہ استغفار کرو۔ ایک اور صاحب آئے اور کہنے لگے کہ خشک سالی ہے، بارشیں نہیں ہوتیں۔ آپؒ نے کہا استغفار کرو۔ تیسرے صاحب نے فقر و فاقہ اور چوتھے نے پانی نہ ہونے کی شکایت کی تو آپؒ نے ان سے بھی استغفار کرنے کو کہا۔ حاضرین مجلس نے سوال کیا کہ جو بھی آپ کے پاس آتا ہے آپ اسے استغفار ہی کا نسخہ بتا کر رخصت کر دیتے ہیں۔ سیدنا حسن بصری نے جواب میں زیر مطالعہ آیت پڑھی کہ اگر تم استغفار کرو گے تو اللہ کی برکات اور نعمتوں کا نزول ہوگا۔

اگلی آیت میں سیدنا نوح علیہ السلام کی طرف سے اپنی قوم کے لیے ایک جذباتی خطاب ہے۔ فرمایا:

﴿مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا (13)﴾

''تم کو کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی عظمت کا اعتقاد نہیں رکھتے۔''

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی عظمت کا خوف اور اس کا احساس اپنے دلوں میں کیوں نہیں رکھتے۔ لوگوں کو دکھانے کے لیے تم اپنی ظاہری سیرت کتنی اچھی بناتے ہو۔ کیا اللہ تعالیٰ کی اتنی بھی حیثیت نہیں ہے کہ تم اللہ کے لیے سنور جاؤ۔

انسان میں اگر اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی عظمت کا احساس پیدا ہو جائے تو وہ اللہ کو پا لیتا ہے۔ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اے ابن آدم! اگر تم میری طلب میں لگو گے تو مجھے پا لو گے اور اگر تو نے مجھے پا لیا تو ہر شے کو پا لیا اور اگر میں تم سے رہ گیا (یعنی تم میری محبت اپنے اندر پیدا نہ کر سکے) تو ہر شے تجھ سے رہ گئی''۔ ہمیں چاہیے کہ ہم صرف اللہ کو اپنا محبوب و مقصود بنائیں اور اسی پر توکل اور بھروسا کریں۔ یہ باتیں انسان میں تب پیدا ہوں گی جب اللہ کی حقیقی معرفت حاصل ہوگی اور اللہ کی معرفت کا بہترین ذریعہ قرآن ہے۔ اللہ کی معرفت حاصل ہو جانے کے بعد اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ہر جگہ نظر آئیں گے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں: ''جس نے اللہ کو ہر جگہ نہیں دیکھا اس نے اللہ کو نہیں پہچانا''۔ گویا ہر شے کی حقیقت اور اس کا جوہر یہ ہے کہ وہ اللہ کی نشانی ہے۔ اور اگر آپ نے کسی شے کو اس حیثیت کے سوا کسی اور حیثیت سے دیکھ لیا تو اس شے کی اصل حقیقت آپ کی نظروں سے اوجھل رہی ـــــ یہ آیت ایسی ہے کہ انسان کو چاہیے کہ اس پر مراقبہ کرے اور اس آیت کو بار بار دہرائے۔

اگلی آیت میں فرمایا کہ اللہ کی معرفت اور عظمت کو دیکھنا چاہتے ہو تو اپنی حقیقت کو دیکھو کہ اللہ کے مقابلے میں تمہاری کیا حیثیت ہے؟ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے تمہیں ایک نطفے سے درجہ بدرجہ پیدا کیا ہے۔ فرمایا:

﴿وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا (14)﴾

''حالانکہ اس نے تمہیں بنایا ہے درجہ بدرجہ۔''

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ کائنات بہت بڑی ہے، اس میں بے شمار کہکشائیں ہیں، ان کہکشاؤں میں سے ایک ہماری ہے، اس میں ایک ذرے کے برابر ہمارا نظام شمسی ہے، اس کے اندر ایک ذرہ ہماری زمین ہے اور اس ایک ذرے پر انسان کھڑا ہو کر اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے سامنے تکبر کرنا شروع کر دے تو یہ انسان کو لائق نہیں ہے۔ اسے چاہیے کہ اپنی حقیقت پر غور کرے کہ وہ کس شے سے پیدا کیا گیا ہے اور کتنے مراحل سے گزارا گیا ہے۔

ماقبل آیات 13 اور 14 میں فرمایا گیا تھا کہ اپنے انفس اور اپنے اعصاب میں غور کرو گے تو اللہ کو پہچان لو گے۔ اب اگلی دو آیات میں آفاق پر غور و فکر کرنے کی دعوت دی جا رہی ہے۔ فرمایا:

﴿اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا (15) وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (16)﴾

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے سات آسمان کیسے اوپر تلے بنائے ہیں اور چاند کو ان میں (زمین کا) نور بنایا ہے اور سورج کو چراغ ٹھہرایا ہے۔''

قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر کائنات میں غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے اور ساتھ یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ اس کے نتیجے میں انسان کے اندر ایمان پیدا ہوتا ہے اور انسان یہ پکار اٹھتا ہے: ''اے اللہ تو نے یہ سارا نظام باطل پیدا نہیں کیا''۔ اس کا دوسرا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دنیا کی محبت کم ہو جاتی ہے اور آخرت کی محبت بڑھ جاتی ہے۔ لہٰذا اگر کائنات پر غور و فکر کے نتیجے میں دنیا پرستی بڑھ جائے اور انسان اللہ سے مزید دور ہوتا چلا جائے تو یہ فکر لاحق ہونی چاہیے کہ شاید یہ وہ غور و فکر نہیں ہے کہ جس کی دعوت اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔

دیکھئے، یہ کائنات اور اس کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی صفات کی مظہر ہیں اور ہم اس کی کسی صفت کا بلاواسطہ مشاہدہ نہیں کر سکتے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے علم کا مظہر تو دیکھتے ہیں، لیکن اللہ کا علم ڈائریکٹ ہمیں نظر نہیں آتا۔ لیکن اللہ کا کلام وہ واحد صفت ہے جس تک ہماری بلاواسطہ رسائی ہے۔ اس اعتبار سے اللہ تک پہنچانے والی سب سے قیمتی شے قرآن ہی ہے۔ جیسے اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی ذات اور صفت کسی زمین و مکان میں مقید نہیں ہے، اسی طرح قرآن مجید بھی زمان و مکان سے ماوراء ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کو پڑھنے والا بھی یہ محسوس کرتا ہے گویا وہ بھی زمان و مکان سے ماوراء ہو رہا ہے۔

اگلی آیات میں ایک دفعہ پھر انفس میں غور و فکر کرنے کی دعوت دی جا رہی ہے۔ فرمایا:

﴿وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا (17) ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا (18) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا (19) لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا (20)﴾

''اور اللہ ہی نے تم کو زمین سے پیدا کیا ہے، پھر اسی میں تمہیں لوٹا دے گا اور (اسی سے) تم کو نکال کھڑا کرے گا۔ اور اللہ ہی نے زمین کو تمہارے لئے فرش بنایا تا کہ تم اس کے بڑے بڑے کشادہ رستوں میں چلو پھرو۔''

اگلی آیت میں حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے اپنی قوم کی نافرمانی کی شکایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا (21)﴾

''(اس کے بعد) نوح نے عرض کی کہ میرے پروردگار! یہ لوگ میرے کہنے پر نہیں چلے اور ایسوں کے تابع ہوئے جن کو ان کے مال اور اولاد نے نقصان کے سوا کچھ فائدہ نہیں دیا۔''

یعنی اگر وہ مال و دولت اللہ کی مرضی کے مطابق خرچ کرتے تو یہ خرچ کرنا انہیں اللہ تک پہنچا دیتا، لیکن ان لوگوں کو ان کے بیٹوں، اولاد اور مال و دولت نے سوائے خسارے کے اور کچھ نہیں دیا۔ پھر انہوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ:

﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا (22)﴾

''اور انہوں نے بڑی بڑی چالیں چلیں۔''

ان کی چالیں تو ایسی تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی ٹل سکتے تھے۔

اگلی آیت میں حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

میری دعوت کے جواب میں یہ ایک دوسرے سے کہتے تھے:

﴿وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا (23)﴾

''اور انہوں نے کہا کہ ہرگز مت چھوڑنا اپنے معبودوں یعنی وَدّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو۔''

یہ ان کے بتوں کے نام تھے جن کی یہ لوگ عبادت کرتے تھے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کی قوم کے نیک لوگ تھے جو فوت ہو گئے اور پھر آہستہ آہستہ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد لوگوں نے انہی کی عبادت شروع کر دی۔

آخر کار ان کے ان رویوں سے تنگ آ کر سیدنا نوح علیہ السلام نے ان کے خلاف بددعا کی:

﴿وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا (24) مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا (25)﴾

''اور انہوں نے تو بہتوں کو بہکا دیا ہے۔ تو (اے اللہ) اب ان ظالموں کے لیے سوائے گمراہی کے اور کسی چیز میں اضافہ نہ فرما۔ اپنی ان خطاؤں کی وجہ سے وہ غرق ہو گئے اور داخل کر دیے گئے آگ میں تو نہ پایا انہوں نے اپنے لیے اللہ کے سوا کوئی مددگار۔''

یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ یہ دعا سیدنا نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال کی مسلسل دعوت کے بعد فرمائی ہے۔ دوسری بات یہ ہے یہ بددعا آپؑ نے اس وقت کی ہے کہ جب اللہ کی طرف سے آپؑ کو بتا دیا گیا کہ اب ان میں سے کسی نے اسلام نہیں لانا۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۂ ہودؑ آیت 36 میں کیا ہے: ''اور وحی کر دی گئی نوحؑ کی طرف کہ اب کوئی شخص ایمان نہیں لائے گا تمہاری قوم میں سے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لا چکے ہیں، تو جو کچھ وہ کر رہے ہیں آپؑ اس کی وجہ سے غمگین نہ ہوں۔''

بددعا دینا، رسول اللہ ﷺ سے صرف ان لوگوں کے خلاف ثابت ہے جو آپؐ کے مقابلے میں تھے یعنی حربی کافر۔ جبکہ باقیوں کے لیے تو آپؐ نے ہمیشہ ہدایت کی دعا کی ہے۔ اس بات کو ہمیں سمجھنا چاہیے ورنہ ہم اس طرح کی دعاؤں سے استدلال کر کے خواہ مخواہ اپنے اندر نفرت کے جذبات پیدا کرتے ہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ طائف کی وادی میں کیا کچھ نہیں ہوا— نبی اکرم ﷺ نے یوم طائف کو اپنی زندگی کا سب سے مشکل ترین دن قرار دیا ہے----- اس موقع پر پہاڑوں کا فرشتہ آپؐ کے پاس آیا اور کہا: اللہ تعالیٰ آپؐ کو سلام کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپؐ کے پاس بھیجا ہے کہ اگر آپؐ چاہیں تو طائف کے اوپر پہاڑ گرا دیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، ہو سکتا ہے کہ ان کی نسلوں میں سے کوئی ایسا ہو جو ایمان لے آئے۔ اللہ کے نبی ﷺ کی سنت لوگوں کے لیے دعا کرنا ہے، نہ کہ بددعا کرنا۔

رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے غزوۂ اُحد کے موقع پر یہ الفاظ نکل گئے تھے کہ وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کے چہرے کو خون آلود کر دیا۔ تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے سورۂ آل عمران، آیت 128 میں فرمایا: ''(اے نبی ﷺ!) اس معاملے میں آپؐ کو کوئی اختیار نہیں کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرے یا انہیں عذاب دے اس لئے کہ وہ ظالم ہیں۔'' گویا آپؐ کو اس سے منع فرما دیا گیا کیونکہ جو لوگ غزوۂ احد میں شکست کا سبب بنے تھے ان سب نے مسلمان ہونا تھا۔ کفار کی طرف سے بنیادی کردار سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا تھا جنہیں سیف اللہ کا لقب ملنا تھا۔ بہرحال رسول اللہ ﷺ سے عمومی طور پر بددعا فرمانا ثابت نہیں ہے، جس طرح آج کل ہم بددعا کرتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ اللہ کے نبی ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے یہود و نصاریٰ کے حق میں ہمیشہ ہدایت کی دعا کریں۔

اگلی آیت میں حضرت نوح علیہ السلام کی اس بددعا کا سخت ترین حصہ آ رہا ہے، فرمایا:

﴿وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (26) اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا (27)﴾

''اور نوحؑ نے کہا: اے میرے پروردگار! اب تو اس زمین پر کافروں کا بستا ہوا ایک گھر بھی مت چھوڑ۔ اگر تو نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ ہی کریں گے۔ اور ان کی نسلوں میں بھی اب فاجر اور کافر لوگوں کے سوا اور کوئی پیدا نہیں ہوگا۔''

اس ضمن میں ایک بات سمجھنے کی یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے تمام لوگوں کو ہلاک کرنے کا اس لیے کہا کہ اس وقت تمام نوعِ انسانی بس وہی تھی لہٰذا جن تک آپؑ کی دعوت پہنچی تھی وہ کل انسان تھے اور سب نے آپؑ کی دعوت کو رد کیا تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ سورۂ ہودؑ کی آیت میں جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرما دیا کہ اب ان میں سے کوئی ایمان نہیں لائے گا تو حضرت نوح علیہ السلام کو پتا چل گیا کہ ان کی اولاد بھی فاجر و کافر ہو گی۔

سورۃ کے آخر میں حضرت نوح علیہ السلام عاجزی اور انکساری سے رب کے حضور دعا کر رہے ہیں:

﴿رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا (28)﴾

''اے میرے پروردگار! مجھ کو، میرے ماں باپ کو، جو ایمان لا کر میرے گھر میں آئے ان کو اور تمام ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو معاف فرما۔ اور ظالم لوگوں کے لئے اور زیادہ تباہی بڑھا۔''

اس دعا میں سیدنا نوح علیہ السلام کی تواضع دیکھیں۔ انہوں نے ساڑھے نو سو سال تک مستقل دعوت دی اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی راہ میں تکلیفیں برداشت کیں اور اس کے بعد جب قوم ہلاک ہو رہی ہے تو خود بھی معافی کے طلب گار ہیں۔ نبی سے کوتاہیاں نہیں ہوتیں لیکن نبی ہوتا ہی وہ ہے جو ہر وقت اپنے آپ کو کوتاہ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ دن میں سو بار استغفار کیا کرتے تھے حالانکہ آپؐ افضل البشر ہیں اور آپؐ سے کسی قسم کے گناہ کا صدور ممکن نہیں ہے۔ یہ استغفار اس لیے تھا کہ جو جتنا اللہ کے قریب ہے وہ اللہ کو اتنا ہی زیادہ جانتا ہے اور جو اللہ کو جانتا ہے وہ اپنی عبادت کو اس کی ذات کے مقابلے میں حقیر ہی سمجھے گا اور استغفار کرتا رہے گا۔ اس کے برعکس جو اللہ سے جتنا دور ہو گا وہ اتنا ہی اللہ سے بے خوف ہو گا۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں صحیح باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ حلقہ لاہور شرقی کی مقامی تنظیم داروغہ والا کے معتمد جناب نواز کھرل کی خالہ جان وفات پا گئیں

☆ حلقہ کراچی شمالی گلستان جوہر I کے رفیق محمد اسحاق کی بہن کرنٹ لگنے کے باعث رحلت فرما گئیں

☆ تنظیم اسلامی قاسم آباد کے ناظم دعوت محترم حافظ انور کے والد محترم رضائے الٰہی سے وفات پا گئے

☆ تنظیم اسلامی لطیف آباد کے مبتدی رفیق محمد ذیشان کے کزن وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین)۔ قارئین سے بھی مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

ہوش کے ناخن لیجیے!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

موجودہ حکومت، بالخصوص پنجاب گورنمنٹ اور وزیراعلیٰ ترکی سے دوستی اور خصوصی تعلق کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ تاہم یہ معاملہ عجب ہے کہ دوستی طیب اردوان سے اور چلن اتاترک کا! طیب اردوان کی نماز کی امامت کرواتے ہوئے مسجد کے لاؤڈ سپیکروں سے گونجتی پُر سوز تلاوت نیٹ پر موجود ہے۔ اِدھر حال عجب ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں جس کی شناخت ہی کلمہ طیبہ سے ہے، سارا نزلہ مساجد کے لاؤڈ سپیکر، علمائے حق اور مدارس پر گر رہا ہے۔ یہ وہی اتاترک کی فارمولا ہے جس نے اذان عربی میں دینے کی ممانعت کر دی، مدارس پر تالے ڈال دیئے، مساجد ویران کر دیں...... یا پھر عین یہی سب کچھ برما میں جاری و ساری ہے۔ کیا ستم ہے کہ بدترین مسلم کش، ظلم و درندگی کی گرم بازاری والا میانمار اور پاکستان یکساں حکم جاری کریں؟ میانمار میں حکومت نے اذان پر پابندی لگا دی ہے۔ اراکان میں مساجد، مدارس، حفظ کے مکاتب زبردستی بند کروانے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ متعدد معلمین اور آئمہ کو امن و امان میں رکاوٹ ڈالنے اور دہشت گردی کے جھوٹے الزامات میں گرفتار کیا گیا ہے۔ علماء و حفاظ پر زندگی تنگ ہے۔ سعودی عرب سے آنے والے علماء پر بیرونی سازشوں میں ملوث ہونے کا الزام ہے۔ ساری بلائیں عالمگیریت (Globalization) کی ہیں۔ ہر جا اسلام دشمنی اور مسلم کشی کی وبا مسلمانوں کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہے۔ یہاں حکم جاری ہوا ہے کہ اذان کی آواز ایک سمت پر محدود کر دی جائے۔ اگر تکبیر کی آواز کا گلا 3 اطراف سے گھونٹنے والوں کی حکومت 3 اطراف سے حبس دم کا شکار ہو گئی تو کیا بنے گا؟ کس کے منہ لگ رہے ہیں......؟ جو کبریائی ہر مسلمان بچے کا آوازوں کی دنیا سے پہلا رابطہ بناتی ہے۔ ننھے نواز شریف اور منے شہباز شریف کے کان میں ان کے نیک نام والد نے اللہ اکبر ہی سب سے پہلے پھونکا تھا۔ کیا بھول گئے؟ اب امریکہ بڑا لگنے لگا؟ یہ آواز سنتے ہی شیطان دوڑ لگا دیتا ہے۔ یہ تکبیر ہر کفر پر بھاری ہے۔ نماز کی ہر رکعت میں چھ چھ مرتبہ یہ تکبیر دہرائی جاتی ہے۔ (گدھے، کتے کے حرام گوشت کے سوا) یہ تکبیر ہی ہے جس سے دسترخوانوں کی اشتہا انگیز خوش خوراکیوں کی رونقیں قائم ہیں۔ بلا تکبیر گوشت کھانے پر آپ کبھی تیار نہ ہوں گے! عیدین کا ترانہ ہی یہ تکبیریں ہیں۔ جہاد فی سبیل اللہ...... وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل ہے جس سے خوفزدہ امریکی نیٹو فوجی پیمپر پوش ہو گیا۔ حج کا تلبیہ اپنے اندر اذان کی پوری روح سمیٹے ہوئے ہے۔ اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرو۔ (المدثر:3) اللہ کا حکم قرآن میں موجود ہے۔ آپ اس اعلان کا گلا گھونٹ رہے ہیں؟ یہ بہت بڑی جسارت ہے۔ اللہ سے ڈریئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ہم اللہ کے ہیں (یعنی آپ بھی) اور واپس بھی اللہ کے پاس لوٹنا ہے۔ (پینٹا گون، وائٹ ہاؤس کی پیشی نہیں) یاد کیجیے اس بادشاہ کو جو موت کے وقت کسمپرسی اور عجز کے ساتھ زمین پر لیٹا مٹی منہ پر مل مل کر فریاد کناں تھا۔ اے وہ ہستی جس کی بادشاہی لازوال ہے رحم کر اس پر جس کی بادشاہی ختم ہو رہی ہے۔ وہ آیات جو قبل از اسلام عمر بن خطاب کے دل پر پہلی بجلی بن کر گریں۔ متوجہ ہوئے وہی تازہ کر لیجیے۔ سورۃ الحاقۃ: کاش میرا نامہ اعمال مجھے نہ دیا گیا ہوتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ کاش میری وہی موت (جو دنیا میں آئی تھی) فیصلہ کن ہوتی۔ آج میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔ میرا سارا اقتدار (دلیل بازیاں، طاقت، حکمرانی) ختم ہو گیا۔ کیا بیچارگی! ھَلَکَ عَنِّی سلطانیہ (25-29)۔ آج سیکولرازم کے سمندروں میں بھی ڈبکیاں لگالیں۔ کل یہ دن تو آ کر رہے گا۔ اللہ اس کی فکر ہمیں من حیث القوم عطا فرمائے۔ (آمین) مولانا ولایت علیؒ (سید احمد شہیدؒ کے خلیفہ) نے بہادر شاہ ظفر کے دربار میں (شاہ کے شدید اصرار پر گئے تھے) سورۃ الحدید کے آخرت سے متعلق حصے پر وعظ فرمایا۔ جب عذابِ شدید پر پہنچے تو وزیراعظم نے کان میں کہا: دربارِ شاہی کا پروٹوکال یہ ہے کہ صرف جنت کا تذکرہ کیا جاتا ہے، جہنم کا نہیں! تاہم مولانا نہ رکے اور بادشاہ، شہزادے، درباری امراء، حاضرین زار زار رویا کیے۔ (ابھی ذوق باقی تھا۔ ایمان میں کچھ حرارت موجود تھی!) جہنم کے تذکرے خلاف پروٹوکال بن جائیں تو پھر حکمرانیاں یوں رخصت ہوتی ہیں کہ شہزادوں کے کٹے سر بادشاہ کو تھال میں رکھ کر انگریز میجر ہڈسن نے پیش کیے......اور پیچھے مرثیہ رہ گیا۔ کتنا ہے بدنصیب ظفرؔ دفن کے لیے، دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں! جہنم کے خوف سے لرزنے والے خلفائے راشدین کی حکمرانی کی وسعت، ہیبت دیکھ لیجیے۔ خوشحالی کا یہ عالم کہ زکوٰۃ لینے والا نہ رہے۔ خدا خوفی نے انہیں سپر پاور بنا دیا۔ ہمیں اللہ سے بے خوفی نے کشکول بردار کفر کے ڈالروں پر سسک سسک کر جینے والا بنا دیا! اللہ کے حضور کیسے کھڑے ہوں گے پارلیمنٹ، سینیٹ، فوجی وردیوں میں اللہ کے نام سے حلف اٹھانے والے کہ سارے کریک ڈاؤن مساجد، مدارس، علماء، حفاظ کے حصے میں ہیں۔ بیڑیاں، ہتھکڑیاں، عقوبت خانے، طوق سب انہی کے لیے؟ بسنت نائٹ میں پوری رات چہار جانب امڈنے والی موسیقی نے لاؤڈ سپیکروں پر غل غپاڑہ مچائے رکھا لیکن امیرانِ شہر کے کان پر جوں نہ رینگی۔ یہ تلاوت قرآن ہوتی تو سائرن بجاتی گاڑیاں آن کی آن گھیراؤ کر لیتیں۔ لیاقت پور میں تبلیغی جماعت کے ارکان کو مسجد سے نکال کر گھسیٹا۔ پُر تشدد تفتیش کی۔ بے گناہ ثابت ہونے پر 2 روز بعد چھوڑا اور صوبہ بدر کر دیا۔ اسی پر بس نہیں۔ مغرب کو خوش کرنے کے لیے یوم نسواں پر پنجاب میں نیا بل اسمبلی میں پیش کیا گیا۔ اس کی رو سے طلاق کو آسان تر بنانے کی تیاری ہے! عورت کا اہم ترین حق طلاق......؟ ہمسائے کے گھر جھانک جھانک کر پرائے جھگڑے اگر کوئی اپنے رہتے بستے گھر کو اجاڑنے کو اٹھا لائے۔ سو وہی حال ہمارا ہے۔ ان تصورات، طرز معاشرت اور مسائل کا ہم سے کیا واسطہ جس نے مغرب میں انسان کا جینا حرام کر دیا؟ ان کے ہاں طلاق کو عورت کے حق میں زیادہ سے زیادہ سودمند بناتے بناتے وہ آج وہاں کھڑے ہیں کہ طلاق مرد کے لیے ایک معاشی کمر توڑ بلا بن گئی ہے۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ مرد۔ ''بخشو بی بلی چوہا لنڈورا ہی بھلا'' کہہ کر بھاگ نکلا۔ اب وہاں گرل فرینڈ تو ہو گی، پارٹنر تو ہو گی (جس سے

Part ہونا، علیحدہ ہونا مفت میں ممکن ہے) مگر بیوی نہیں ہو گی! اب وہاں منتشر ٹوٹے، بکھرے گھر خاندان، ہم جنسی (اور ایڈز) کا طوفان، جنس بدلنے کی دیوانگی، بے سکون زندگیاں، نفسیاتی مریضوں کی طویل لائنیں، پاگل خانے آباد ہو گئے۔ عورت اب حق طلاق اور ایسے ہی طلاق بلوں کے ہاتھوں بلبلاتی پھر رہی ہے! کیا یہی ہے معاشرت کا کمال، مرد بیکار اور زن تہی آغوش؟ دیکھ لیجیے ایران میں 20 سالہ لڑکی کے ریکارڈ توڑ کمالات۔ 2 سال میں 10 مردوں سے نکاح رچا کر قبل از رخصتی طلاق لے کر 10 آدھے آدھے مہر سمیٹ کر امیر ہو گئی! قریب ہے کہ اب عالمی یوم مرداں بھی شروع ہو جائے۔ بیویوں سے پٹنے والے شوہروں کی تنظیمیں تو مغرب میں موجود ہیں! وکلاء سے پوچھ دیکھیے ...... عدالتوں میں چلنے والے کیسوں کا بہت بڑا حصہ طلاق ہی کے مقدمات کا ہے۔ موبائل، نیٹ، فلمیں، ڈرامے، بے حیائی کا طوفان، مخلوط تعلیم و دفاتر...... یہ ظلم معاشرت اور عورت پر ڈھایا جا رہا ہے۔ دینی جماعتیں معاشرے کے سدھار کے لیے جنگی بنیادوں پر متحرک نہ ہوئیں تو معاشرتی زندگی کا شیرازہ بکھر کر رہ جائے گا۔ مغرب، سائنس اور ٹیکنالوجی کے جاہل ماہرین فن کے اندھے بہرے گونگے روبوٹ ریوڑوں پر مشتمل ہے۔ ان کے نصاب بدلنے، انہیں تعلیم و تربیت دینے اور انسان بنانے کی ضرورت ہے۔ المیہ ہے کہ رچرڈ اولسن (امریکی سفیر) نے فرمایا کہ ہم پاکستان میں اساتذہ کی تربیت کریں گے۔ تعلیمی اداروں کی بحالی کے لیے 45 ملین ڈالر فراہم کر رہے ہیں! وہ یہ ڈالر امریکہ ہی میں اقدار، اطوار، تہذیب معاشرت کی بحالی اور درستگی پر خرچ کر لیں تو دنیا زیادہ سکھی ہو جائے گی! یہ ڈالر وہ ہمارے بگاڑ اور اخلاقی بربادی میں جھونک رہے ہیں۔ ہوش کے ناخن لیجیے:

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاج ملوک
اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا و جم!

☆☆☆☆

ضرورت ہے

لاہور میں واقع کمپنی کو ہونہار اور قابل بھروسا Fresh DAE (Electrical /Electronics) کی فوری ضرورت ہے۔ رہائش اور مناسب مراعات دی جائیں گی۔

برائے رابطہ: 0333-4482381

دین خواہشات کے بجائے احکامات ماننے کا نام ہے

مفتی محمد تقی عثمانی

اذان کے وقت ذکر موقوف کر دینا چاہیے، یعنی اگر انسان ذکر میں یا تلاوت میں مشغول ہو اور اس دوران اذان ہونے لگے تو اس وقت اس ذکر اور تلاوت کو موقوف کر کے اذان کا جواب دینا چاہیے اور یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اس اذان کے جواب کی وجہ سے ہمارا ذکر رک گیا، اس لیے کہ اتباع سنت کے لیے آپ ذکر سے رک گئے تو اس کے نتیجے میں ذکر کا معدن اسی سے منور ہو رہا ہے۔ اذان کا جواب ذکر کے اندر مخل نہیں بلکہ ذکر کر کے اندر مزید معین ہے اور ذکر کو زیادہ پُر نور بنانے والا ہے، کیونکہ اذان کا جواب دینے کے لیے رکنا اتباع سنت ہے اور اتباع سنت میں جو نور ہے وہ اس ذکر کو بھی مزید منور کر دے گا۔

تقاضۂ وقت پر عمل کرنے کا نام دین ہے

حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب قدس اللہ سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ تقاضۂ وقت پر عمل کرنے کا نام دین ہے۔ جس وقت جس کام کا تقاضا ہو، اس وقت وہ کام کرے، اسی کا نام ''دین'' ہے۔ یہ نہ ہو کہ اپنی طرف سے تجویز کر لیا کہ ہم تو فلاں کام کریں گے، اگر درمیان میں کسی دوسرے کام کا تقاضا آ گیا تو دل کڑھ رہا ہے اور رنجیدہ ہو رہا ہے کہ میں نے جو کام تجویز کیا تھا وہ نہ ہوا۔

تصنیف کے وقت ملاقات کرنے پر طبیعت میں گرانی

میں نے مصروفیات کی وجہ سے اپنا ایک نظام الاوقات بنا رکھا ہے کہ فلاں وقت میں یہ کام کروں گا اور فلاں وقت میں وہ کام کروں گا۔ تصنیف کا بھی ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔ اب اس وقت میں اگر کوئی شخص ملاقات کے لیے آ جاتا ہے تو طبیعت پر بڑی گرانی ہوتی ہے کہ اس نے میرے کام میں خلل ڈال دیا، یا کوئی دوسری ضرورت اس وقت سامنے آ جاتی تو طبیعت پر بار محسوس ہوتا تھا اور بڑی تکلیف اور مشقت دل پر محسوس ہوتی تھی۔

یہ تصنیف کس لیے کر رہے ہیں؟

میں نے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحبؒ سے اس بارے میں عرض کیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ تمہیں یہ تکلیف اس وجہ سے ہوئی ہے کہ تم نے اپنی طرف سے یہ تجویز کر لیا کہ فلاں وقت فلاں کام میں ہی ضرور صرف کرنا ہے۔ اگر اس وقت میں یہ کام کر لیا تب تو کامیابی ہے، ورنہ ناکامی ہے۔ ذرا بتاؤ کہ تصنیف کا یہ کام اللہ کے لیے کر رہے ہو یا اس کے ذریعہ اپنی تصنیف کو مکمل کرنے کا شوق ہے؟ اگر تمہیں مصنف بننے کا شوق ہے تو پھر تمہارا یہ رنج، صدمہ، تکلیف بالکل برحق ہے۔ اس لیے کہ تمہاری یہ تصنیف پوری نہ ہو سکی، کیونکہ درمیان میں کسی نے رکاوٹ ڈال دی۔ لیکن اگر اس کتاب کے لکھنے کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی ہے، تو پھر جب تک وہ لکھنے میں خوش ہیں اس وقت تک لکھتے رہو، اور جب کوئی مہمان ملاقات کے لیے آ گیا تو اب وہ اس میں خوش ہیں کہ تم اس مہمان کا اکرام کرو۔ اس لیے کہ مہمان کا اکرام کرنا سنت ہے۔ یا لکھنے کے دوران کوئی اور کام پیش آ گیا، مثلاً والدین یا بیوی بچوں کی خدمت کا کوئی مسئلہ پیش آ گیا، یا شاگردوں کی خدمت کا کوئی مسئلہ پیش آ گیا، یا کسی بڑے نے اس وقت بلا لیا، تو اب اس وقت کا تقاضا یہ ہے کہ تصنیف کے کام کو چھوڑو اور وہ کام کرو، اب ان کی رضا اس میں ہے۔ لہٰذا تمہارا کیا نقصان ہے، جو کام تم پہلے کر رہے تھے، اس میں بھی اللہ کی رضا حاصل کرنا مقصود تھا اور اب وہ کام چھوڑ کر دوسرا کام کر لیا تو یہ بھی ان کی رضا کے لیے ہے۔ اللہ کی رضا حاصل کرنا چاہیے، چاہے اُس سے حاصل ہو یا اس سے حاصل ہو۔ حضرت والا نے جب یہ بات ارشاد فرمائی تو اس کے بعد الحمدللہ دل میں ٹھنڈ پڑ گئی۔

وہ بھی اللہ کے لیے، یہ بھی اللہ کے لیے

جب انسان نے اپنا ایک نظام الاوقات بنا رکھا ہے، اگر اس میں خلل واقع ہوتا ہے تو اس سے تکلیف تو اب بھی ہوتی ہے، لیکن یہ تکلیف طبعی ہے، عقلی نہیں۔ عقلی

طور پر دل مطمئن ہے کہ الحمدللہ وہ کام بھی اللہ کے لیے کررہے تھے اور یہ کام بھی اللہ کے لیے کررہے ہیں۔

اپنا شوق پورا کرنے کا نام دین نہیں

مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ فرماتے کہ اپنا شوق پورا کرنے کا نام دین نہیں بلکہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اتباع کا نام دین ہے۔ یہ نہ ہو کہ ہمیں فلاں کام کرنے کا شوق ہوگیا، اب تو ہم وہی کام کریں گے۔ مثلاً عالم بننے کا شوق ہوگیا، اس سے قطع نظر کہ تمہارے لیے عالم بننا جائز بھی ہے یا نہیں! مثلاً گھر میں ماں بیمار پڑی ہے یا باپ بیمار پڑا ہے اور کوئی دوسرا شخص دیکھ بھال کرنے والا نہیں ہے لیکن آپ ماں باپ کو بیمار چھوڑ کر مدرسہ میں چلے آئے۔ یہ دین نہیں، اپنا شوق پورا کرنا ہے۔ دین کا کام یہ ہے کہ ایسے وقت میں پڑھنا چھوڑ دو اور ماں باپ کی خدمت کرو۔

مفتی بننے کا شوق

میرے پاس بہت سے طلبہ آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں تخصص پڑھنے کا شوق ہے، فتویٰ سیکھنا چاہتے ہیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ والدین کا کیا منشا ہے! جواب دیتے ہیں کہ والدین تو ہمارے تخصص پڑھنے پر راضی نہیں ہیں۔ اگر والدین راضی نہیں اور یہ مفتی بننا چاہتے ہیں تو یہ دین نہیں ہے بلکہ اپنا شوق پورا کرنا ہے۔

تبلیغ کرنے کا شوق

ویسے تو تبلیغ کرنا بڑے ثواب کا اور بڑی فضیلت کا کام ہے، لیکن اس وقت اگر گھر میں بیوی بیمار پڑی ہے اور دوسرا کوئی محرم دیکھ بھال کرنے والا نہیں ہے تو تبلیغ کے لیے سفر میں جانا دین نہیں، اپنا شوق پورا کرنا ہے۔ اس وقت دین کا تقاضا یہ ہے کہ اس بیمار کی تیمارداری کرو، اس کا خیال کرو۔

جماعت کی نماز چھوڑنے کا حکم

مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ بڑی اچھی مثال دیا کرتے تھے کہ میاں بیوی ویرانے میں ہیں، آس پاس کوئی آبادی نہیں ہے۔ اب شوہر کو مسجد جاکر جماعت سے نماز پڑھنے کا شوق ہوگیا۔ بیوی اس سے کہتی ہے کہ یہ ویرانہ ہے، اگر تم نماز پڑھنے کے لیے دور آبادی میں چلے جاؤ گے تو میں یہاں اکیلی رہ جاؤں گی اور ڈر کی وجہ سے میری جان نکلی جارہی ہے، اس لیے آج تم نماز یہیں ہی پڑھ لو۔ لیکن شوہر صاحب بیوی کو اکیلے چھوڑ کر مسجد کی طرف روانہ ہوگئے۔ حضرت والا فرماتے ہیں کہ یہ دین پر عمل نہیں ہے بلکہ اپنا شوق پورا کرنا ہے، کیونکہ اس وقت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اسی جگہ قریب میں نماز پڑھتا اور بیوی کی تکلیف دور کرتا۔

یہ صورت اس وقت ہے جہاں ویرانہ ہے اور کوئی آبادی نہیں ہے اور نہ کوئی دوسرا دیکھ بھال کرنے والا ہے۔ لیکن جہاں آبادی کے اندر یہ صورت ہو، وہاں جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں ہی جانا چاہیے۔

بہرحال کسی کو جہاد کرنے کا شوق ہے، کسی کو تبلیغ کرنے کا شوق ہے، کسی کو مولوی بننے کا شوق ہے، کسی کو مفتی بننے کا شوق ہے اور اس شوق کا نتیجہ یہ ہے کہ دوسروں کے جو حقوق اپنے ذمہ ہیں، ان کی ادائیگی کا کوئی خیال نہیں کہ اس وقت میں ان حقوق کا تقاضا کیا ہے!

حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت اویس قرنیؒ کو دیکھیے۔ اس سے بڑی سعادت دنیا میں کوئی ہو نہیں سکتی کہ جناب رسول ﷺ کی زیارت نصیب ہو۔ ''صحابیت'' کا وہ مقام جو کسی کو اس کے بغیر میسر آہی نہیں سکتا کہ وہ سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت کرے، وہ مقام ان سے چھڑا دیا گیا۔ کیوں چھڑا دیا گیا؟ ماں کی خدمت کی وجہ سے! اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ مقام عطا فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ حضرت عمرؓ کو یہ نصیحت فرما رہے ہیں کہ اویس قرنی ایک بزرگ ہیں جو قرن سے تشریف لائیں گے، جب تمہاری ان سے ملاقات ہو تو ان سے اپنے حق میں مغفرت کی دعا کرانا۔

میں ان کاموں کا مخالف نہیں ہوں

یہ باتیں جو میں بتارہا ہوں، ان باتوں کو کوئی شخص میری طرف منسوب کرکے اس طرح آگے کردے گا کہ وہ صاحب تو یہ کہہ رہے تھے کہ مفتی بننا بری بات ہے، وہ تو تبلیغ کے مخالف ہیں، وہ تو تبلیغ کے خلاف کہہ رہے تھے کہ تبلیغ میں چلہ نہیں لگانا چاہیے، اور وہ تو یہ کہہ رہے تھے کہ جہاد میں نہیں جانا چاہیے، حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ سب اپنے وقت میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے کام ہیں۔ یہ دیکھو کہ کس وقت کیا تقاضا ہے، اس وقت کیا مطالبہ ہورہا ہے۔ اس مطالبے کے مطابق عمل کرو۔ یہ نہ ہو کہ اپنے دماغ سے ایک راستہ تجویز کرلیا کہ مجھے تو یہ کرنا ہے اور پھر اس کے مطابق چل کھڑے ہوئے۔ یہ دین نہیں ہے، دین یہ ہے کہ ہر موقع پر یہ دیکھو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

میرے محبوب میری ایسی وفا سے توبہ
جو تیرے دل کی کدورت کا سبب بن جائے

بظاہر دیکھنے میں تو وہ وفا معلوم ہورہی ہے لیکن جو تیرے دل کی کدورت کا سبب بن جائے وہ کیسی وفا ہے، وہ تو بے وفائی ہے۔

والد محترمؒ فرمایا کرتے کہ ہندی زبان کی کہاوت ہے کہ ''پیا جسے چاہے وہی سہاگن۔'' اس مثل کے پیچھے یہ واقعہ ہے کہ ایک لڑکی کو دلہن بنایا جارہا تھا۔ اس کو سنگھار کرکے سجایا جارہا تھا۔ میک اپ کے بعد جو کوئی اس لڑکی کو دیکھتا تو اس کی تعریف کرتا کہ تو بہت خوبصورت لگ رہی ہے، تیرا چہرہ اتنا خوبصورت ہے، تیرے کپڑے اور تیرا زیور بہت خوبصورت ہے۔ وہ لڑکی سب کی تعریف سن کر کسی خوشی کا اظہار نہ کرتی اور سنی اَن سنی کردیتی۔ کسی نے اس لڑکی سے پوچھا: سہیلیاں تیری اتنی تعریف کررہی ہیں، اس سے تجھے کوئی خوشی نہیں ہورہی ہے؟ اس لڑکی نے جواب دیا کہ ان کی تعریف کرنے سے کیا خوش ہوں، ان کی تعریف تو ہوا میں اڑ جائے گی، بات تو اس وقت ہے کہ جس کے لیے مجھے سنوارا جارہا ہے، وہ میری تعریف کرے اور وہ پسند کرلے کہ ہاں یہ خوبصورت ہے۔ تب تو فائدہ ہے اور اس کا اثر یہ ہوگا کہ اس سے میری زندگی سنور جائے گی۔ لیکن اگر سہیلیاں تو میری تعریف کرکے چلی گئیں اور جس کے لیے مجھے سنوارا گیا تھا، اس نے مجھے ناپسند کردیا تو پھر اس دلہن بننے کا اور اس سنگار کا کیا فائدہ؟

اس ذات کی پسندیدگی کو دیکھو

حضرت والد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ یہ دیکھو کہ جس کے لیے وہ کام کررہے ہو اس کو پسند ہے یا نہیں! اگر لوگوں نے آپ کو کہہ دیا کہ آپ بڑے مفتی صاحب ہیں، یا آپ بڑے مولانا صاحب ہیں، یا لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ یہ شخص تبلیغ میں بڑا وقت لگاتا ہے، یا کسی کے بارے میں کہہ دیا کہ یہ شخص بڑا مجاہد اعظم ہے، بتایئے کہ لوگوں کے اس کہنے سے کیا حاصل ہوا؟ کچھ نہیں۔ بات اس وقت ہے کہ جس کے لیے یہ کام کررہے ہو، وہ یہ کہہ دے کہ ؏

بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

سب کچھ ہمارے حکم میں ہے

یہ حج اللہ تعالیٰ نے بڑی عجیب وغریب عبادت بنائی ہے۔ اس حج کو ذرا غور سے دیکھیں تو نظر آئے گا کہ اس میں قدم قدم پر اللہ تعالیٰ نے قاعدوں کے بت توڑے ہیں۔ مثلاً مسجد الحرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے، لیکن 8 ذوالحجہ کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ مسجد الحرام کو چھوڑو اور منیٰ جاؤ، وہاں ایک دن قیام

کرو۔ اب منیٰ میں نہ حرم ہے نہ کعبہ ہے، نہ وقوف ہے، نہ رمی ہے، نہ کوئی اور کام ہے، بس یہ حکم ہے کہ وہاں پانچ نمازیں ادا کرو، ایک لاکھ نمازوں کا ثواب چھوڑ دو۔ اس حکم کے ذریعہ یہ بتانا مقصود ہے کہ بذاتِ خود نہ کعبہ میں کچھ رکھا ہے، نہ حرم میں کچھ رکھا ہے۔ جو کچھ ہے وہ ہمارے حکم میں ہے۔ جب ہم نے کہا کہ مسجد الحرام میں نماز پڑھو تو اس وقت ایک نماز پر ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ہے اور جب ہم نے کہا کہ مسجد الحرام کی نماز کو چھوڑ دو تو اب اگر وہاں نماز پڑھو گے تو ثواب کے بجائے الٹا گناہ ہوگا۔

اصل مقصود اطاعت خدا ہے

نماز وقت پر پڑھنے کی بہت تاکید آئی ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الصَّلٰوۃَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾ (النساء:103)

”بے شک نماز مومنین پر اپنے مقرر وقتوں میں فرض ہے۔“

اس آیت میں نماز کو وقت کے ساتھ پابند کیا گیا ہے کہ نماز کا وقت گزرنے نہ پائے۔ حدیث میں فرمایا کہ مغرب میں تعجیل کرو، جتنا جلدی ہو سکے اس کو پڑھ لو، لیکن عرفات کے میدان میں آفتاب غروب ہو چکا ہے مگر حکم یہ دیا جا رہا ہے کہ ابھی نماز مت پڑھو۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار یاد دلا رہے ہیں: الصلاۃ یارسول اللّٰہ، الصلاۃ یا رسول اللّٰہ، جواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ الصلاہ امامك، نماز آگے ہے، یعنی نماز یہاں نہیں پڑھنی بلکہ آگے میدان مزدلفہ میں جا کر پڑھنی ہے۔ اس کے ذریعے یہ سبق دے دیا کہ تم یہ مت سمجھ لینا کہ اس مغرب کے وقت میں کچھ رکھا ہے اور یہ مت سمجھ لینا کہ اس وقت کی تاکید میں کچھ رکھا ہے بلکہ جو کچھ ہے وہ ہمارے حکم میں ہے۔ جب ہم نے کہا کہ مغرب کا وقت گزار دو اور اس کو عشاء کی نماز کے ساتھ ملا کر پڑھو تو اب تمہارے ذمہ اسی طرح پڑھنا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حج کی عبادت میں قدم قدم پر معمول کے قاعدہ کو توڑا ہے، تاکہ ظاہری قیود کو بت نہ بنا لیا جائے۔ اس کے ذریعہ یہ تربیت دی جا رہی ہے کہ کسی چیز کو اپنی ذات میں مقصود نہ سمجھو، نہ نماز اپنی ذات میں مقصود ہے نہ روزہ اپنی ذات میں مقصود ہے نہ کوئی اور عبادت اپنی ذات میں مقصود ہے بلکہ اصل مقصود اللہ جل شانہٗ کی اطاعت ہے۔

افطار میں جلدی کیوں؟

شریعت کا ایک حکم یہ ہے کہ افطار کا وقت آجائے تو جلدی کرو، بلاوجہ تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ تاخیر کرنا اس لیے مکروہ ہے کہ اب تک ہم نے کھانے پینے سے منع کر رکھا تھا، جس کی وجہ سے اب تک بھوکا پیاسا رہنا باعثِ ثواب تھا۔ اس پر بڑا اجر تھا، لیکن جب ہم نے کہہ دیا کہ کھاؤ تو اب کھانے میں تاخیر کرنا گناہ ہے۔

سحری میں تاخیر افضل کیوں؟

اسی طرح سحری کھانے میں تاخیر کرنا افضل ہے۔ اگر کوئی وقت سے پہلے سحری کھا کر سو جائے تو یہ سنت کے خلاف ہے بلکہ اُس وقت سحری کھانی چاہیے جب آخری وقت ہو، اس لیے کہ اگر سحری پہلے سے کھا کر سو گیا تو گویا کہ اس نے روزے کے وقت میں اپنی طرف سے اضافہ کر دیا۔ بہرحال ہمیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ کل دین اللہ اور رسولؐ کے اتباع میں ہے۔ ایک بندے کا فرض یہ ہے کہ حکم پر آگے بڑھے اور روکے جانے پر رک جائے۔

نوکر اور غلام کی تعریف

حضرت مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ فرمایا کرتے تھے کہ ایک ہوتا ہے نوکر جو خاص وقت اور خاص ڈیوٹی کا ہوتا ہے، مثلاً نوکر کے ذمہ جھاڑو دینا ہے یا یہ نوکر آٹھ گھنٹے کا ملازم ہے، آٹھ گھنٹے کے بعد اس کی چھٹی ۔ دوسرا ہوتا ہے غلام جس کے لیے نہ کوئی خاص وقت ہے اور نہ خاص کام ہے بلکہ وہ تو حکم کا پابند ہے۔ آقا جو حکم دے، دے وہ اس کے کرنے کا پابند ہے۔ مثلاً اگر آقا غلام سے کہہ دے کہ تم یہاں قاضی بن کر بیٹھ جاؤ اور فیصلے کرو تو وہ قاضی بن جائے گا اور اگر اس غلام سے کہہ دے کہ انسانی فضلہ اُٹھاؤ تو وہ ایسا ہی کرے گا۔ اس کے لیے نہ کسی وقت کی قید ہے اور نہ کام کی قید ہے۔ یہ ہے غلامی کا مفہوم۔

بندہ کی تعریف

غلام سے آگے بھی ایک درجہ اور ہے، وہ ہے بندہ۔ غلام اپنے آقا کی پرستش نہیں کرتا لیکن بندہ اپنے آقا کی عبادت کرتا ہے اور اس کی پرستش بھی کرتا ہے۔ یہ بندہ اپنی مرضی کا نہیں ہوتا بلکہ اپنے آقا کی مرضی کا ہوتا ہے۔ آقا جو حکم دے دے وہ اس کو کرنا پڑتا ہے۔ اپنی طرف سے کوئی کام تجویز نہیں کرتا۔ تمام ”بدعات“ کی جڑ بھی اس سے کٹتی ہے، اس لیے کہ اپنی تجویز کو دخل دینے سے بدعات پیدا ہوتی ہیں۔ اپنی تجویز کو ختم کر دو اور ان کی مرضی اور حکم پر چلو تو اسی کا نام دین ہے۔

خلاصہ

ہر وقت کے تقاضے کو دیکھو کہ اس وقت کا تقاضا کیا ہے! اس وقت اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے کیا چاہ رہے ہیں؟ وہ کرو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

رفقاء متوجہ ہوں

رفقاء کے تحریری سوالات اور
امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ
کے جوابات پر مشتمل ماہانہ پروگرام
تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر

امیر سے ملاقات

کے عنوان سے دیکھا جا سکتا ہے

☆ رفقاء تنظیم پروگرام کے لیے سوالات اپنے نام اور مقامی تنظیم وحلقہ کے حوالہ کے ساتھ ہر ماہ کی 20 تاریخ تک درج ذیل ذرائع سے بھجوا سکتے ہیں۔
i) بذریعہ ای میل: media@tanzeem.org پر۔ ii) بذریعہ خط: K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور کے پتے پر۔
iii) بذریعہ SMS موبائل نمبر 0312-4024677 پر۔

خالصتاً فقہی نوعیت کے سوالات کے جوابات نہیں دیئے جائیں گے

المعلن: مرزا ایوب بیگ (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)
K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور
042-35869501-3/042-35856304

عالم اسلام اور عالمی سازشیں

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

مہمانِ گرامی: ڈاکٹر مجاہد کامران (وائس چانسلر، پنجاب یونیورسٹی)

میزبان: وسیم احمد

مرتب: محمد خلیق

سوال: آپ کا تھیسس ہے کہ گزشتہ دو سو سال سے 250 خاندان دنیا کے معاشی‘ سیاسی اور معاشرتی معاملات کو کنٹرول کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کا دہشت گردی سے تعلق جوڑنے میں بھی انہی کا ہاتھ ہے۔ ازراہ کرم اپنے اس ڈاکٹرائن کی وضاحت فرمادیں۔

ڈاکٹر مجاہد کامران: یہ صرف میرا ہی نظریہ نہیں بلکہ مغرب کے بہت سارے مصنفین نے بھی یہی بات کی ہے۔ انہوں نے تاریخ سے یہ ثابت کیا ہے کہ دنیا کی دولت کا جزوِ کثیر چند خاندانوں میں ہے۔ ان میں سب سے اہم خاندان وہ ہیں جو بینکوں کا کاروبار کر رہے ہیں۔ ان خاندانوں کی منصوبہ بندی اور عمل میں ایک تسلسل ہے۔ ایک ہی خاندان کے لوگ مختلف ممالک میں آباد ہیں۔ ان کا اپنا جاسوسی کا نظام بھی ہے۔ 2011ء کے دوران سوئٹزرلینڈ میں کی گئی ایک تحقیق کے نتائج کے مطابق‘ پوری دنیا کے لاکھوں کاروباری اداروں کا مطالعہ کرنے کے بعد 37000 فرموں کا انتخاب کیا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ محض چند سو کارپوریشنز ہیں جو آپس میں جڑی ہوئی ہیں اور ان کی ملکیت مشترک ہے۔ جن خاندانوں کی میں نے بات کی ہے‘ یہ آٹھ نو خاندان ہیں جو مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس موضوع پر کافی کام ہوا ہے۔ یہ خاندان مختلف ممالک کی آپس میں صلح نہیں ہونے دیتے۔ مذہب کی بربادی ان کا ایک بڑا ہدف ہے۔ چونکہ عیسائیت اور اسلام دونوں بالکل واضح الفاظ میں ربا کی ممانعت کرتے ہیں جبکہ ان کے نظام میں ربا کو مرکزی حیثیت حاصل ہے‘ لہٰذا اس بنیاد پر بھی یہ اسلام کے دشمن ہیں۔ مذاہب کو کمزور کرنا‘ قوموں کو آپس میں لڑانا ان کے حربے ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ دنیا میں ایک مرکزی حکومت قائم ہو‘ جس کی باگ ڈور ہمارے ہاتھ میں ہو۔ یہ ایک ایسی ڈکٹیٹر شپ ہوگی جس میں فکر‘ تحریر اور تقریر کی آزادی کا کوئی تصور نہیں ہوگا۔ یہ دنیا کی آبادی کو کم کر کے ایک آدھ ارب پر لانا چاہتے ہیں اور اس کے لیے انہوں نے بڑی خوفناک چیزیں سوچ رکھی ہیں۔

سوال: نائن الیون اور سیون سیون کے بعد مغربی دنیا اسلام اور مسلمانوں کو اپنی تہذیب کے لیے خطرہ سمجھتی ہے۔ مغرب میں بڑھتے ہوئے اسلاموفوبیا کا آخری نتیجہ کیا نکلے گا؟

ڈاکٹر مجاہد کامران: یہ طے شدہ بات ہے کہ نائن الیون‘ سیون سیون اور چارلی ہیبڈو جیسے واقعات نیٹو کی ایجنسیاں کرواتی ہیں۔ اس پر لوگوں نے کام کیا ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جنگ عظیم دوم کے بعد نیٹو نے سلیپنگ آرمیز چھوڑی ہوئی ہیں‘ جو عوام کو دبانے کے لیے استعمال کی جاتی ہیں۔ ایسے واقعات کے ذریعے شخصی آزادیاں جو مغرب کے لوگوں نے بڑی مشکل سے حاصل کی تھیں‘ سلب کر لی جاتی ہیں۔ جونہی کوئی واقعہ ہوتا ہے‘ ایک نئی قانون سازی ہو جاتی ہے۔ اسلاموفوبیا اس لیے ہے کہ دنیا میں توانائی کے 70 فیصد وسائل مسلمان ملکوں میں ہیں۔ یہ سب اس لیے کیا جا رہا ہے تاکہ مغربی ممالک کے عوام میں مسلمانوں کے خلاف نفرت پیدا ہو۔ کسی بھی ناخوشگوار واقعے کا الزام مسلمانوں پر لگا دیا جاتا ہے۔ عراق اور لیبیا پر حملہ جھوٹ بول کر کیا گیا۔ نائن الیون بھی سراسر جھوٹ تھا۔ مسلمانوں کی اجتماعی ناتوانی کا تعلق ان کی اجتماعی بے علمی سے ہے۔ پچھلے دو تین سو برسوں میں نئے علم کی تخلیق میں مسلمانوں کا حصہ نہ ہونے کے برابر ہے‘ جبکہ قرآن کے دستور العمل کا یہ بہت اہم جزو ہے۔ قرآن نے تو بار بار قدرت کے مطالعے پر زور دیا ہے۔ 750 آیات مظاہر فطرت کی طرف توجہ دلاتی ہیں۔ یہ بھی بتا دیا گیا کہ ان میں سوچنے والی قوموں کے لیے بہت سے اشارات موجود ہیں۔ لہٰذا تمام قوت‘ تمام دولت‘ تمام عزت آپ کے صاحبِ علم ہونے سے جڑی ہوئی ہے۔ مسلمانوں کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اس کائنات پر توجہ کرنا ازروئے قرآن مسلمان پر فرض ہے۔

سوال: عالمی قوتیں عسکری اور اقتصادی طور پر مضبوط اسلامی ملک کو اپنے لیے خطرہ تصور کرتی ہیں۔ کیا آپ اس رائے سے اتفاق کرتے ہیں؟

ڈاکٹر مجاہد کامران: یہ ان کی پالیسی کا حصہ ہے۔ وہ کسی اسلامی ملک میں عسکری اور اقتصادی دونوں قوتیں بیک وقت یکجا نہیں ہونے دیتے۔ اگر کوئی مسلمان ملک اقتصادی طور پر مضبوط ہے تو وہ عسکری طور پر کمزور ہوگا‘ اور عسکری طور پر مضبوط ہے تو اقتصادی طور پر اس کے حالات اچھے نہیں ہوں گے۔ عراق میں دونوں چیزیں موجود تھیں تو اس کو انہوں نے تباہ و برباد کر دیا۔ پاکستان عسکری طور پر اگرچہ مضبوط ہے لیکن اقتصادی طور پر حالات اتنے اچھے نہیں ہیں۔ مسلمانوں کو اس پر سوچنا چاہیے کہ انہوں نے اس چیلنج سے کیسے نمٹنا ہے!

سوال: عراق اور شام میں داعش پوری طرح سرگرم عمل ہے۔ آپ اس کی سرگرمیوں کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

ڈاکٹر مجاہد کامران: مسلمانوں میں ایک عرصے سے یہ امنگ موجود ہے کہ ہم ایک ہو جائیں۔ ہمارا کنٹرول ایک جگہ ہو‘ جیسے کہ خلفائے راشدین کے دور میں تھا۔ اس بات کو مغرب کے منصوبہ ساز بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ لہٰذا وہ ہر ایسی تحریک میں جو مسلمانوں کی بہتری کے لیے چلتی ہے‘ اپنا کردار ادا کرنے لگتے ہیں اور بالآخر وہ فساد میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ یہ جتنی بھی تحریکیں ہیں ان میں بہت سے لوگ اخلاص کی بنیاد پر شامل ہوتے ہیں لیکن یہ تمام کی تمام مسلمان ملکوں کو منہدم کرنے کے لیے استعمال ہو جاتی ہیں اور اس کے بعد ایک فساد‘ افراتفری اور کنفیوژن پیدا ہو جاتی ہے۔ عرب سپرنگ شروع ہوا تھا تو میں نے کہا تھا کہ مغرب نے جس چیز کی پرورش کرنی ہوتی ہے اسے اس کا میڈیا ہوا دیتا ہے جبکہ جس چیز کو وہ نہیں چاہتے کہ وہ ہو‘ ان کا میڈیا اس کا ذکر ہی نہیں کرتا۔ چونکہ میڈیا عرب اسپرنگ کی بہت زیادہ بات کر رہا تھا تو اس کا جو نتیجہ نکلا وہ آپ کے سامنے ہے۔

جہاں تک داعش کا تعلق ہے‘ ان کی سرگرمیاں عراق اور شام کے حصے بخرے کرنے پر منتج ہوں گی۔ انہوں نے جو اسلامی سلطنت قائم کی ہوئی ہے‘ اس کو جب چاہیں گے دبا دیں گے کیونکہ وہ صحیح معنی میں اسلامی سلطنت ہوگی بھی نہیں۔ ایسے لوگ کبھی بھی قوموں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف نہیں لے جا سکتے۔ یہ تاریخ میں کبھی ہوا ہے

اور نہ ہوگا۔ جس قیادت نے کسی قوم کو بے علمی‘ جہالت اور پستی کے گڑھے سے نکال کے عروج کے راستے کی طرف گامزن کیا ہے‘ وہ ہمیشہ روشن خیال‘ عالی دماغ‘ باکردار رہی ہے۔ آج کے مسلمانوں میں کردار کا مفہوم ہی مسخ ہو گیا ہے۔

سوال: مشرق وسطیٰ میں طویل بادشاہتوں کے خاتمے کے لیے ”عرب سپرنگ“ کے نام سے ایک منظم اور طاقتور تحریک برپا کی گئی۔ اس تحریک کے پس پردہ کیا مقاصد کارفرما تھے؟

ڈاکٹر مجاھد کامران: مسلمان ملکوں کو انتشار کا شکار کر کے وہاں ایک خلفشار کی صورت پیدا کرنا‘ ان کو اقتصادی طور پر بے حال اور مقروض کر دینا۔ جو ملک مغربی ممالک سے قرضہ لے لیتا ہے وہ ان کے شکنجے سے کبھی نہیں نکل سکتا۔ اگر ملائیشیا بچا ہے تو صرف اس لیے کہ مہاتیر محمد نے ان سے قرضہ لینے سے انکار کر دیا تھا۔ انڈونیشیا نے قرضے لے لیے تھے تو آج تک ان کے حالات سیدھے نہیں ہو رہے۔ قرضے کی غلامی میں جکڑنا ان کا بہت اہم ہتھیار ہے۔

سوال: امریکی اور نیٹو فورسز کی افغان مشن سے واپسی کے بعد کیا آپ اس خطے میں طالبانِ افغانستان کا دورِ ثانی اور اسلام کا احیاد دیکھ رہے ہیں؟

ڈاکٹر مجاھد کامران: اسلام کے صحیح فہم اور صحیح عمل کے نتیجے میں دو چیزیں وجود میں آتی ہیں‘ یعنی قوم صاحبِ علم بھی ہوگی اور عسکری طور پر بھی مضبوط ہوگی۔ افغانوں میں عسکریت کی روح موجود ہے اور ہمیشہ موجود رہے گی‘ اور اسی حمیت کی بنیاد پر انہوں نے امریکہ اور نیٹو کا مقابلہ کیا ہے لیکن انہوں نے مستعار ہتھیاروں سے جنگ کی ہے۔ یہ ہتھیار مغرب نے بنائے ہیں‘ افغانوں نے نہیں۔ ان کو بہادری اور شجاعت کی بنیاد پر قدرت نے مہلت دی‘ لیکن اگر وہ اپنا طرزِ عمل درست نہیں کریں گے یعنی علم کی طرف راغب نہیں ہوں گے اور اپنے اندر وسیع القلبی پیدا نہیں کریں گے تو پھر ان کے بھی ٹکڑے ہو جائیں گے۔ اس پر امریکہ کام کر رہا ہے۔ مسلمان محسوس ہی نہیں کر رہا کہ وہ کس طرح سے کام کر رہے ہیں۔ فرقہ واریت وغیرہ ہمیں ہلاکت کی طرف لے جا رہی ہے۔ جب تک ہمیں روشن خیال‘ سادہ اور اسلام کے صحیح فہم کو اپنانے والی قیادت نہیں ملے گی‘ اس قسم کے جھگڑوں میں بالآخر دشمن ہی فائدہ اٹھائے گا۔ اس وقت اکثر مسلم ممالک میں فساد ہو رہا ہے‘ جس میں غیروں کی سازش کے علاوہ ہمارے اپنے کردار کا بھی بڑا حصہ ہے۔ ہماری سوچ اور فکر میں مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔ ہمارے ہاں توحید کا تصور مسخ ہو چکا ہے۔ توحید صرف پتھر کے بتوں کو توڑنے کا نام نہیں۔ اقبال کا شعر ہے۔

براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں!

اب ہم حبِ ذات‘ حبِ مال‘ آرام طلبی کے بتوں کے احکامات کی تعمیل میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں۔ خدا کو یہ سخت ناپسند ہے کہ اس کے بجائے کسی اور کے احکامات کو مانا جائے۔ قرآن ہدایت کی کتاب ہے‘ لیکن ہم نے اسے حصولِ ثواب اور ایصالِ ثواب کے لیے رکھا ہوا ہے۔ اس سے ہم خدا کی ذات کو دھوکا نہیں دے سکتے۔ نبی اکرم ﷺ کا کردار ہمارے لیے ایک نمونہ ہے‘ جسے ہر لحظہ ہمارے سامنے ہونا چاہیے۔ لوگوں کی مدد کرنا‘ ان کا دکھ سمجھنا‘ ایثار کرنا‘ یہ ساری چیزیں آج ہمیں پیدا کرنی ہوں گی۔ ہر بات پہ تشدد کرنے‘ لڑنے اور بندوق اٹھا لینے کا اسلام سے کیا تعلق ہے؟ جب اسلام نے صاف کہہ دیا کہ جس نے ایک انسان کو قتل کیا اس نے ساری انسانیت کا قتل کیا تو کسی کا قتل جائز نہیں ہے۔

سوال: کچھ عرصہ پہلے تک یہ کہا جاتا تھا کہ اگر امریکہ نے ایران پر حملہ کیا تو تیسری عالمی جنگ چھڑ جائے گی‘ لیکن بعض لوگوں کی رائے میں یہ کشیدگی مصنوعی تھی۔ اس حوالے سے آپ کی کیا رائے ہے؟

ڈاکٹر مجاھد کامران: پہلی بات یہ ہے کہ امریکہ ایران کو معاف نہیں کرے گا کیونکہ ایران کے پاس تیل کے ذخائر ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایران کا ایک نیوکلیئر پروگرام ہے۔ اس میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ کسی وقت بھی عسکری طور پر ایٹمی طاقت بن جائے گا۔ اگر امریکہ کو شام میں کامیابی حاصل ہو گئی تو وہ بالآخر ایران کی طرف جائے گا۔ اس حوالے سے ایک بڑی جنگ شروع ہونے کا امکان بہت زیادہ ہے۔ اس وقت جو تبدیلیاں نظر آ رہی ہیں‘ یہ عارضی ہیں۔ ان سے ان کا مقصد تبدیل نہیں ہوگا۔

سوال: کیا آپ پاکستان میں جاری نظامِ تعلیم سے مطمئن ہیں؟ تعلیم کی مد میں جو بیرونی امداد ہمیں مل رہی ہے‘ کیا اس سے نظامِ تعلیم بہتر ہو سکتا ہے؟

ڈاکٹر مجاھد کامران: بیرونی ذرائع سے جو امداد ملتی ہے وہ ہمیشہ آپ کی ملی حمیت اور عسکری روح کے خاتمے کے لیے ہوتی ہے۔ میں اس سے بالکل مطمئن نہیں ہوں۔ ہمارے ہاں ایک نظامِ تعلیم ہونا چاہیے‘ جسے ہم خود ترتیب دیں اور اس کے نصاب خود بنائیں۔ بیرونی امداد کبھی بھی غیر مشروط نہیں ہوتی۔ وہ غیر محسوس طریقے سے اپنے مقاصد حاصل کرتی ہے۔ ایسی امداد نے ہماری نسلیں تباہ کی ہیں۔ کیا ہماری حکومتوں کو اس کا شعور نہیں ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ ایک متوازن نظامِ تعلیم ہونا چاہیے۔ ایک ہی زبان میں ہمیں پڑھنا چاہیے۔ تعلیم عام ہونی چاہیے۔ ہمارے ملک میں کروڑوں بچے ایسے ہیں جو غربت اور حکومتی سرپرستی نہ ہونے کی وجہ سے سکول میں ایک دو جماعت سے آگے جا ہی نہیں سکتے۔ حکومت تعلیم کے لیے صرف 2 فیصد جی ڈی پی مختص کرتی ہے جبکہ دنیا کی اوسط اس وقت 6 فیصد کے قریب جا رہی ہے۔ تعلیم کو نظرانداز کرنے کے نقصانات آج ہمیں ہر طرف نظر آ رہے ہیں۔ ایک بچہ دینی مدرسے میں پڑھا ہے‘ ایک بچہ عام سکول میں پڑھا ہے جبکہ ایک بچہ او لیول/ اے لیول کے دھارے میں بہہ کے آیا ہے۔ آپ ان کو ایک میز پہ بٹھا دیں تو وہ آپس میں بات ہی نہیں کر سکتے۔

سوال: کیا پاکستان میں یکساں نصابِ تعلیم رائج کیا جا سکتا ہے؟ آپ کے خیال میں وہ نصابِ تعلیم کیسا ہونا چاہیے؟

ڈاکٹر مجاھد کامران: اگر عزم ہو اور نقشہ ذہن میں ہو تو سب کچھ ممکن ہے۔ ایسا بتدریج بھی ہو سکتا ہے‘ یک لخت بھی ہو سکتا ہے۔ اس پر اربابِ اقتدار کو کام کرنا پڑے گا۔ کچھ عرصہ پہلے لاہور شہر میں پنجاب حکومت نے موٹر سائیکل سواروں کو ہیلمٹ پہنا دیئے تھے۔ آج کل دس بجے رات شادیاں ختم ہو جاتی ہیں‘ ورنہ رات کے دو دو بجے تک ہم انتظار کرتے تھے۔ اگر کسی چیز کے بارے میں قیادت کا ذہن واضح ہے تو وہ کر لیتی ہے۔

سوال: دنیا بھر میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کی جانے والی سازشوں کا مقابلہ کیسے کرنا چاہیے؟

ڈاکٹر مجاھد کامران: اس کا ایک ہی علاج ہے کہ ہم تعلیم اور علم کی طرف مائل ہوں۔ ہمارے پاس وقت بہت تھوڑا ہے۔ اس وقت جو پاکستان قائم ہے وہ ایٹمی پروگرام کی وجہ سے قائم ہے۔ تخلیقِ علم اور تعلیم کی طرف ہماری اوّلین ترجیح ہونی چاہیے‘ باقی ساری چیزیں بعد میں آتی ہیں۔ اس کے لیے اگر ہمیں سادہ زندگی اختیار کرنی پڑتی ہے‘ اپنے آرام قربان کرنے پڑتے ہیں تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ مغرب اور ہمارے مابین صرف علم ہی کا فرق ہے۔ ہمیں علمی طور پر مضبوط ہونا پڑے گا۔ یاد رکھیں کہ سپیریئر ٹیکنالوجی علم کی دین ہے!

[اس پروگرام کی ویڈیو www.tanzeem.org پر ”خلافت فورم“ کے عنوان سے دیکھی جا سکتی ہے۔]

☆☆☆☆☆

ہمارا نام صرف...... مسلم

ابوعبداللہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’اور اللہ (کی راہ) میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے، اس نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی۔ (اور تمہارے لیے) تمہارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا)۔ اسی نے پہلے (یعنی پہلی کتابوں میں) تمہارا نام مسلمان رکھا تھا اور اس کتاب میں بھی (وہی نام رکھا تو جہاد کرو) تاکہ پیغمبر تمہارے بارے میں شاہد ہوں اور تم لوگوں کے مقابلے میں شاہد، اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ (کے دین کی رسی) کو پکڑے رہو۔ وہی تمہارا دوست ہے اور خوب دوست اور خوب مددگار ہے۔‘‘ (الحج:78)

آیت بالا سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جب بنی نوع انسان کو پیدا کیا تو اپنے ماننے والوں کا نام مسلم رکھا۔ گویا آدم علیہ السلام سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک جتنے بھی نبی آئے وہ سب مسلم کہلاتے تھے اور اُن پر ایمان لانے والے بھی مسلم ہی کہلاتے تھے۔

قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے اذکار جلیلہ کے سلسلہ میں لفظ مسلم بار بار استعمال ہوا ہے۔ ذیل میں متعلقہ آیات ملاحظہ فرمائیں:

1۔ حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’(اے رسولؐ) ان کو نوحؑ کا حال سنا دو جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم، اگر میرا منصب اور اللہ کی آیات کے ذریعہ میری نصیحت تم پر گراں گزرتی ہے تو میں اللہ پر توکل کرتا ہوں، تم اپنے تمام شرکاء کو جمع کرو، پھر (میرے خلاف) جو کچھ کرنا چاہو سب مل کر اس کا فیصلہ کرو تمہاری تدبیر کا کوئی گوشہ تم سے مخفی نہ رہ جائے، پھر (اس متفقہ تدبیر کے مطابق) میرے خلاف (جو چاہو) کر گزرو اور مجھے (ذرا سی بھی) مہلت نہ دو۔ پھر (اس چیلنج کے بعد بھی) اگر تم منہ موڑو تو میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا، میری اجرت تو اللہ کے ذمہ ہے، مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمین میں سے ہوں۔‘‘ (یونس:71،72)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام مسلم تھے۔

2۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’ابراہیمؑ نہ یہودی تھے، نہ عیسائی بلکہ وہ تو ایک اللہ کے ماننے والے مسلم تھے۔ وہ مشرکین میں سے بھی نہیں تھے۔‘‘ (آل عمران:67)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔‘‘ (البقرۃ:132)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، اُن کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحٰق علیہ السلام اور ان کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام سب مسلم تھے۔

3۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کیا گیا۔ عذاب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو اُس بستی سے بخیر و عافیت باہر نکال لیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’ہمیں اس بستی میں کوئی مسلم گھر نہ ملا سوائے ایک گھر کے۔‘‘ (الذاریات:36)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام مسلم تھے۔

4۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے والد بزرگوار کے ساتھ مل کر اس طرح دعا کرتے ہیں:

’’ہمارے رب ہم کو اپنا مسلم بنا اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت کو اپنا مسلم بنا۔‘‘ (البقرۃ:128)

5۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات کے وقت ان کے تمام صاحبزادے بہ یک زبان کہتے ہیں:

’’ہم سب صرف اللہ کے مسلم ہیں۔‘‘ (البقرۃ:133)

6۔ حضرت یوسف علیہ السلام اِس طرح دعا کرتے ہیں:

’’اے رب مجھے اس حالت میں موت دے کہ میں مسلم ہوں اور مجھے صالحین کی رفاقت عطا فرما۔‘‘ (یوسف:101)

7۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’موسیٰؑ نے (اپنی قوم سے) کہا: اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لے آئے ہو اور مسلم بن گئے ہو تو اسی پر بھروسا کرو۔‘‘ (یونس:84)

8۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کرنے والے جادوگر جب مسلم ہوئے تو فرعون نے انہیں پھانسی دینے کی دھمکی دی، فرعون کی دھمکی سن کر ان اللہ کے بندوں نے اِس طرح دعا کی:

’’اے ہمارے رب! ہمیں صبر عطا فرما اور ہمیں اس حالت میں موت دے کہ ہم مسلم ہوں۔‘‘ (الاعراف:126)

9۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کو خط لکھا۔ اُس خط میں انہوں نے تحریر فرمایا:

’’میرے ساتھ سرکشی نہ کرو اور مسلم بن کر میرے پاس آ جاؤ۔‘‘ (نمل:31)

ملکہ سبا نے فرمایا:

’’میں سلیمانؑ کے ساتھ اللہ رب العالمین کی مسلم ہو گئی۔‘‘ (نمل:44)

10۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’جب عیسیٰؑ نے اپنی قوم میں کفر (کے رجحان) کو محسوس کیا تو کہا: کون اللہ کے راستہ میں میرا مددگار ہے؟ حواریوں نے کہا: ہم اللہ کے (راستہ میں آپ کے) مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے، آپ گواہ رہیں کہ ہم مسلم ہیں۔‘‘ (آل عمران:52)

مندرجہ بالا آیات سے ثابت ہوا کہ تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے والوں کا ایک ہی نام تھا اور وہ نام مسلم تھا۔ بعد میں انہوں نے اس نام کو بدل دیا۔ کسی نے یہودی یا بنی اسرائیل نام رکھ لیا اور کسی نے عیسائی، علیٰ ہٰذا القیاس تمام اُمتوں نے اللہ کا رکھا ہوا نام بدل دیا اور جب رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی دعوت دی تو گزشتہ امتوں میں دنیا کے کسی گوشہ میں ایک متنفس بھی ایسا نہیں تھا جو اپنے آپ کو مسلم کہلواتا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ ایمان لانے والوں کا پھر وہی نام رکھا۔ قرآن مجید میں بار بار اس بات پر زور دیا گیا کہ ایمان والوں کا نام مسلم ہی ہونا چاہیے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’(اے رسولؐ) آپؐ کہہ دیجیے مجھے یہ حکم ملا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلم بنوں۔‘‘ (الزمر:12)

دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

’’(اے رسولؐ) آپؐ کہہ دیجیے کہ میری نماز، میری

قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلم ہوں۔“ (الانعام:162،163)

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”(اے رسولؐ آپؐ کہہ دیجیے کہ) ہم تو صرف اسی (اللہ واحد) کے مسلم ہیں۔“(آل عمران:84)

مومنین کے ذریعہ مسلم نام کا اعلان

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو بھی بار بار اسی نام کے اعلان کرنے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”(اے اہل ایمان، کہہ دو کہ) ہم تو صرف اسی (اللہ واحد) کے مسلم ہیں۔“(البقرہ:136)

مسلمان کو بشارت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”(قیامت کے دن میں کہوں گا) اے میرے بندو! آج تم کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے (یہ بات اُن لوگوں سے کہی جائے گی) جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے تھے اور مسلم تھے۔“ (الزخرف:68،69)

مسلم اور مجرم کو ایک دوسرے کی ضد قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”کیا ہم مسلمین کو مجرمین کے مانند قرار دیں گے۔“ (القلم:35)

جنات میں بھی اہل اللہ کا نام مسلم ہے

اللہ تعالیٰ نے مسلم نام صرف ایمان والے انسانوں کا ہی نہیں رکھا بلکہ جو جنات ایمان لائے تھے، وہ بھی اپنے کو مسلم ہی کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جنات آپس میں باتیں کرتے ہوئے اس طرح کہتے ہیں:

”ہم میں سے بعض مسلم ہیں اور بعض ظالم ہیں، تو جو مسلم ہوئے وہ سیدھے راستے پر چلے۔“(الجن:14)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کو ہدایت

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

”اے ایمان والو! اللہ سے اِس طرح ڈرو جس طرح اُس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔“(آل عمران:102)

حضرت حذیفہ بن یمان ؓ کہتے ہیں کہ لوگ (اکثر) رسول اللہ ﷺ سے خیر کی بابت دریافت کرتے رہتے تھے اور میں آپ ﷺ سے شر اور فتنوں کی بابت پوچھا کرتا تھا اس خیال سے کہ کہیں میں کسی شر و فتنہ میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ ایک روز میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم جاہلیت میں گرفتار اور شر میں مبتلا تھے پھر خداوند تعالیٰ نے ہم کو اس بھلائی (یعنی اسلام) سے سرفراز کیا، کیا اس بھلائی کے بعد بھی کوئی برائی پیش آنے والی ہے؟ فرمایا: ہاں! میں نے عرض کیا: اس بدی و برائی کے بعد بھلائی ہو گی؟ فرمایا: ہاں! لیکن اس میں کدورتیں ہوں گی۔ میں نے عرض کیا: وہ کدورت کیا ہو گی؟ فرمایا: کدورت سے مراد وہ لوگ ہیں جو میرے طریقہ کے خلاف طریقہ اختیار کر کے اور لوگوں کو میری راہ کے خلاف راہ بتائیں گے تو ان میں دین بھی دیکھے گا اور دین کے خلاف امور بھی ہیں۔ عرض کیا: کیا اس بھلائی کے بعد بھی برائی ہو گی؟ فرمایا: ہاں! کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو دوزخ کے دروازوں پر کھڑے ہو کر لوگوں کو بلائیں گے، جو ان کی بات مان لیں گے وہ ان کو دوزخ میں دھکیل دیں گے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان کا حال مجھ سے بیان فرمایئے۔ فرمایا: وہ ہماری قوم سے ہوں گے اور ہماری زبان میں گفتگو کریں گے۔ میں نے عرض کیا: اگر میں وہ زمانہ پاؤں تو آپ ﷺ مجھ کو کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑو اور ان کے امام کی اطاعت کرو۔ میں نے عرض کیا کہ اگر اس وقت مسلمانوں کی جماعت نہ ہو اور امام بھی نہ ہو، (تو کیا کروں) فرمایا: تو ان تمام فرقوں سے علیحدہ ہو جا اگرچہ تجھے کسی درخت کی جڑ میں پناہ لینی پڑے یہاں تک کہ اسی حالت میں تجھ کو موت آ جائے۔ (متفق علیہ)

رسول اللہ ﷺ کا مندرجہ بالا ارشادِ گرامی بالکل واضح ہے، اس میں نہ کوئی الجھن ہے نہ ابہام۔ اس پیشین گوئی کے مطابق جب اُمت میں انتشار پیدا ہو جائے گا اور امت مختلف فرقوں میں بٹ جائے گی تو اُس وقت اللہ والوں کی جماعت صرف ”جماعت المسلمین“ ہو گی۔ یہ جماعت ان تمام فرقوں سے علیحدہ ہو گی، دوزخ کی طرف لانے والوں سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو گا۔

وصایائے نبویؐ

اِس حدیث میں دو باتوں کی وصیت ہے:

1۔ جماعت المسلمین سے چمٹے رہنا۔

2۔ جماعت المسلمین نہ ہو تو تمام فرقوں سے علیحدہ ہو کر اگر درخت کی جڑیں چبانی پڑیں تو درخت کی جڑیں چبانا اور اسی حالت میں مرجانا۔

بتایئے رسول اللہ ﷺ کی ان وصیتوں پر کس طرح عمل کیا جائے۔ اگر مسلمانوں کی کوئی صحیح جماعت ہے تو اُس میں شامل ہو جایئے۔ نہیں ہے تو پھر تمام فرقوں سے کنارہ کش ہو جایئے اور اسی حالت میں مرجایئے۔

الغرض حدیث بالا کا تقاضا یہ ہے کہ ہم تمام فرقوں سے علیحدہ رہیں، صرف مسلم بنیں، اپنے کو صرف مسلم کہیں اور صرف مسلمانوں کی جماعت سے وابستہ رہیں۔

تنظیم اسلامی بھی مسلمانوں کی ایسی جماعت ہے کہ نہ تو کوئی سیاسی پارٹی ہے نہ مذہبی فرقہ بلکہ ایک اصولی اسلامی انقلابی جماعت ہے جو اولاً پاکستان اور بالآخر ساری دنیا میں دین حق کو غالب کرنے کے لیے کوشاں ہے! ہم تمام مسلمان بھائیوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ تنظیم اسلامی کے مؤقف کا مطالعہ کر کے اس پر غور کریں۔ اگر انہیں اس میں صداقت نظر آئے تو کمر ہمت کس کر تنظیم اسلامی کا ساتھ دیں۔

حکم رسول ﷺ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جس نے جاہلیت کی پکار پکاری وہ اہل دوزخ میں سے ہے۔“ ایک شخص نے پوچھا ”اے اللہ کے رسولؐ، اگرچہ وہ نماز پڑھے اور روزے رکھے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگرچہ وہ نماز پڑھے اور روزے رکھے۔“ پھر فرمایا: ”لہٰذا (مسلمین کو) اسی ہی لقب سے پکارو جس لقب سے اللہ نے، جس نے تمہارا نام مسلمین رکھا ہے، پکارا ہے۔ یعنی مومنین، اللہ کے بندے۔“ (رواہ الترمذی)

ذرا غور کیجیے! جب القاب تک بدلنے کی اجازت نہیں تو نام بدلنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ لیکن افسوس کہ لوگوں نے نام بدل ڈالا اور پھر اس پر فخر بھی کر رہے ہیں۔ بتایئے کیا آپ اپنے آپ کو صرف مسلم کہنے کے لیے تیار ہیں؟

ہمیں امید ہے کہ آپ ضرور اس کے لیے تیار ہوں گے۔ بہر حال ”آپ گواہ رہیے کہ ہم تو مسلم ہیں۔“

☆☆☆☆☆☆

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی لطیف آباد کے مبتدی رفیق اورنگ زیب اعوان روڈ ایکسیڈنٹ میں زخمی ہو گئے ہیں۔

☆ تنظیم اسلامی گجرات کے ملتزم رفیق محمد اقبال کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ میو ہسپتال لاہور میں زیر علاج ہیں۔

اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء و احباب سے بھی دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

"بیان القرآن" پر ایک طائرانہ نظر

نذر حیات خان

اس کارخانہ آب و گل و جہان رنگ و بو میں انسانیت کا قافلہ جب سے رواں دواں ہوا ہے تخلیق ارض و سماء کی غرض وغایت، حقیقت کائنات اس میں انسان کے مقام ومرتبہ اور اسے اس کے مقصد تخلیق سے آگاہی اور راہنمائی کے لیے بدیع السمٰوٰت والارض نے انسانوں کے لیے ان میں سے اپنے چنے ہوئے نمائندوں انبیاء علیہم السلام کے ذریعے وحی ہدایت کے سرمدی چشمے کو جاری فرمایا۔ اس ضابطۂ حیات کے بنیادی اصول وضوابط اور اصولی دعوت تو ہمیشہ لازوال، ابدی، ناقابلِ تغیر اور ایک ہی رہی۔ البتہ اپنے زمانے کے حالات وتمدنی تقاضوں کے مطابق اس میں انداز ہائے عمل وطریقہ ہائے کار میں ناگزیر تبدیلیوں کے متعلق بھی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے وحی الٰہی سے رہنمائی کی جاتی رہی۔ آخر میں قیامت تک کے لیے حتمی، ابدی، غیر متبدل ہر عیب اور نقص سے پاک وحی پر مشتمل مکمل ضابطۂ حیات دے دیا گیا۔ امتِ مسلمہ کے لیے یہی کتاب ذریعۂ ہدایت اور آلۂ انقلاب تھا، ہے اور رہے گا۔ اب انسانیت کو اللہ کی رضا، دنیاوی فلاح اور اُخروی نجات کے لیے اسی حبل اللہ اور دین خداوندی کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم اور ہدایت ہے۔ قرآن کریم کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر ہر دور کے علماء وصلحاء ومفسرین کرام اس کی تبیین وتشریح اور تفہیم کا احسن فریضہ انجام دیتے رہے۔ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ جب تک امت کا بحیثیتِ مجموعی اس سے تمسک رہا، وسعت افلاک میں اس کی تکبیر گونجتی رہی لیکن جو بھی اسباب ہوں ان کی بنا پر جب اس سے رشتہ کمزور ہوا یہ خاک کی آغوش میں جا گری اور ستم یہ کہ اسے احساس زیاں تک نہیں۔ آسمان رشد و ہدایت کے گوہر ہائے تاجدار امت کو پھر سے خاک کی پستیوں سے نکال کر آسماں کی بلندیوں سے ہمکنار کرنے کے لیے اسے بیدار کرنے کا فریضہ سرانجام دیتے رہے اور دے رہے ہیں۔ دور حاضر میں جب تاریکیاں اور بڑھیں، تمدنی تقاضوں سے زوال امت کا احساس کچھ زیادہ اجاگر ہوا تو ان تابناک تابندہ ستاروں نے دعوت رجوع القرآن کے ذریعے بیداریٔ امت کا فریضہ نبھایا۔ انہی میں ایک نمایاں ستارہ جناب ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی صورت میں ہماری راہنمائی کے لیے ابھرا۔ اس کی تابناکی تو ایک دنیا کو صراط مستقیم دکھانے کا باعث بن رہی ہے۔ دین اسلام کے جملہ محاسن سے آراستہ ان کی دعوت رجوع الی القرآن درست سمت میں مبارک سفر ہے۔ یہ فکر وقت کی پکار کا بروقت جواب اور معتدل ومتوازن سوچ کی حامل ہے۔ حکیم الامتؒ کی بیان القرآن، مولانا مودودیؒ کی تفہیم القرآن، امین احسن اصلاحیؒ کی تدبر قرآن، مفتی محمد شفیعؒ اور مولانا ادریس کاندھلویؒ کی معارف القرآن، پیر محمد کرم شاہؒ کی ضیاء القرآن اور ایسی ہی دوسری تمام تفاسیر بلا شک و شبہ اپنے اندر رشد و ہدایت کے گوہر ہائے تابدار سمیٹے ہوئے ہیں۔ تقابل اور موازنہ کرنا مناسب ہی نہیں کہ سب اپنے اپنے فن کی حامل ہیں۔ لیکن عرض کرنا چاہوں گا کہ مختصر، دل نشین، سادہ، پُراثر انداز میں ڈاکٹر صاحب کی بیان القرآن نے قرآن کی اصولی دعوت اور اس کے ذریعہ وآلۂ انقلاب ہونے کو جس طرح واضح کیا ہے وہ موجب ہزار ستائش اور وجہ ہزار تبریک ہے۔

قرآنی ہدایت وراہنمائی کیا ہے؟ اس کی روشنی میں اپنے ظلمت خانہ دل میں کس طرح چراغاں کرنا ہے؟ صراط مستقیم کیا ہے اور اس پر چلنا کیسے ہے؟ اور اس کے راستے میں خطرات کون سے ہیں اور ان کا سامنا کر کے ان سے محفوظ رہ کر سفر ارتقاء کیسے طے کرنا ہے؟ دین اصل میں ہے کیا اور اس کی غرض وغایت کیا ہے؟ اس مختصر تفسیر وتشریح میں ایسے اجاگر ہو جاتا ہے اور قاری کو کچھ اس طرح دلنشین ہوتا ہے کہ وہ وجد میں آ جاتا ہے۔ باعث شادابی فکر ونظر، وجہ فروغ دیدہ اور موجب ہزار مسرت بننے والی یہ تفسیر متلاشیانِ حق کے لیے شمع نور اور سرمایہ حیات ہے۔

قرآن مجید کے متعلق بنیادی تعارفی مضامین کی جامعیت، ہمہ گیریت اور تاثیریت پر کیا عرض کیا جائے بس یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان سے وحی خداوندی کا جلال وکمال قلب ونظر کو بدلتا اور نکھارتا محسوس ہوتا ہے۔ اس کو عمل کی نیت سے پڑھنے اور اپنے لیے ہدایت حاصل کرنے کے لیے ان کا مطالعہ ہی ان کی افادیت کو محسوس کرا سکتا ہے۔ تفسیر کا جو آغاز ہوتا ہے تو شروع سے آخر تک یہ تسلسل اور روانی کی جوئے رواں ہے، جو متلاشی حق پیاسے کے ہر گوشہ قلب کو اطمینان بخشتی اور اس کی ارض فکر ونظر کو سیراب کرتی چلی جاتی ہے۔ آیت سے آیت، سورۃ سے سورۃ اس طرح مربوط تقریر میں پرو دی گئی ہے کہ ہر لفظ اپنے اپنے مقام پر نگینے کی طرح فٹ لگتا ہے۔ ہر حقیقت نمایاں اور ابھر کر روشن ہوتی چلی جاتی ہے۔ کہیں کوئی کمی، کجی، اختلال وفطور نظر نہیں آتا۔

ہمارا اردو سرمایہ تحریر تفسیری ادب سے مالا مال اور لبریز ہے۔ کچھ تفاسیر نحوی لغوی بحثوں سے پُر واقعی شاہکار ہیں۔ کچھ میں تاریخی آثاراتی تفاصل اتنی ہیں کہ ساری تاریخ انسانیت اس میں سمٹ آتی ہے۔ کچھ تزکیہ واصلاح کے لیے مسائل تصوف کی جامع ہیں۔ لیکن بیان القرآن مختصر، سادہ، پُراثر، عام فہم انداز بیان کے ساتھ مقصد حیات کے تعین کے لیے اور صراط مستقیم کی نشاندہی کے لیے ضروری ہدایت فراہم کرنے کا ایک مستند ذریعہ محسوس ہوتی ہے۔ الفاظ قرآنی کی لغوی وشرعی تشریحات ہوں، ہر آیت کے بارے میں قراء کے اقوال ہوں، عربی ضرب الامثال ہوں، ملحدین ومنکرین ومخالفین ومنافقین کے اعتراضات اور ان کے جوابات ہوں، احکام قرآنی کے فقہی استنباط پر ائمہ متقدمین کے اقوال واستدلال اور اس کے درمیان توافق ہو یا اپنے مسلک کے صواب اور دوسرے کے مبنی برخطا ہونے کی بحثیں ہوں، یہ سب اپنی اپنی جگہ اہم اور ضروری ہیں، لیکن اپنے اپنے مزاج کے حامل اور اپنے اپنے فن کے ماہرین متعلقین کے لیے ہی ضروری ہیں۔ بحیثیت مجموعی امت کو آج اپنی بازیابی کے لیے، زوال سے نکلنے اور صراط مستقیم پر گامزن ہونے کے لیے جس ہدایت کی تلاش ہے، اس کے لیے جس طریق انقلاب کی ضرورت ہے اس کے لیے بیان القرآن ایک بہترین اور جامع تشریح ہے۔ ان محاسن کو محسوس کر کے کہنا اور قائل ہونا پڑتا ہے کہ اس تحریر کا مصنف اپنے مقصد حیات ومشن سے آگاہ، اس کے ساتھ پُرخلوص لگاؤ رکھنے والا اور عنداللہ مقبول انسان ہے۔ ان کے لیے دل سے بے ساختہ دعائیں نکلتی ہیں۔ بیان القرآن ڈاکٹرؒ کی دعوت رجوع الی القرآن کی نمائندہ حقیقی اور نقیب بن کر سامنے آتی ہے۔

مقام و مرتبہ نبوت و رسالت اور اس کی ضرورت و اہمیت سے نا آشنا کچھ افراد نے قرآن کریم کی تشریح اس طرح سے کی کہ لگتا ہے کہ کوئی ندائے غیبی تھی جسے کسی نے انفرادی یا اجتماعی طور پر سنا اور قلم بند کر کے پیش کر دیا یا ایک مستور خزانہ تھا کہ کسی نے دریافت کر لیا اس لیے اب ہر ایک کو اپنے علم و ذوق، مزاج اور ظرف کے مطابق اس کی تشریح کا گویا حق حاصل ہے۔ قرآن کریم کے بارے میں انسانوں کو جس نے بتایا کہ یہ قرآن حکیم ہے اور خالق کائنات کا ہدایت نامہ اور حکمران حقیقی کا حکم نامہ ہے۔ جس قلب اطہر پر اس کا نزول ہوا اور جس کی معرفت انسانوں کو یہ نعمت عظمیٰ نصیب ہوئی وہ ہادی برحق صاحب جود و سخا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ ظاہر ہے ان کی امانت، صداقت اور ان کی رسالت پر ایمان لائے بغیر قرآن کریم کو اللہ کا کلام سمجھنا بے معنی ہوگا۔ پھر اس پیغمبر ﷺ نے عمل کر کے دکھایا کہ یہ قابل عمل نظام حیات ہے اور ذریعہ انقلاب ہے اور کامل دستور حیات ہے لہٰذا ان کے اسوہ حسنہ یعنی سنت رسول ﷺ سے انحراف کر کے یا اُسے نظرانداز کر کے قرآن کریم کو سمجھنا سراسر گمراہی اور قرآن حکیم کے اپنے طریقہ کار سے انحراف ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی تفسیر بیان القرآن سیرت رسول ﷺ کی پیروی میں لکھی ہوئی شمع نور ہے۔ یہ ساری تفسیر سنتِ رسول ﷺ کو ہی پیش کرتی ہے۔ اس لیے شواہد میں انہوں نے احادیث اور روایت بھی ساتھ ساتھ پیش کی ہیں۔ خطا اور لغزش کا انسان ہونے کے ناطے امکان تو ہوگا لیکن ان کی سلامتی فکر اور پختہ ایمانی سوچ کو دیکھ کر یقین ہے کہ کوئی کمزور ضعیف روایت اس میں جگہ نہ پا سکی ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ کے منہاج زندگی کی یہ بھرپور نمائندگی کرنے والی تحریر ہے۔ یہ ایک ابدی حقیقت ہے کہ قیامت تک جو فرد بھی انفرادی طور اور قوم اور ملت اجتماعی طور پر سکون و اطمینان کے حصول کی طلب گار ہوگی اسے اس ذات اقدس اعظم ﷺ کی سیرت کو ہی اپنانا ہوگا۔ اور یہ تفسیر اس سیرت رسول ﷺ کو پیش کرتی ہے۔

خزاں کے بعد جب بہار آئے تو وہی درخت دوبارہ برگ و بار لا سکتے ہیں جن کا جڑوں سے رشتہ استوار رہتا ہے۔ اپنی جڑ سے کٹا شجر کہاں دوبارہ زرخیز ہو سکتا ہے۔ اس طرح شجر ہدایت بھی وہی ثمر بار ہوتا ہے جس کا اپنی جڑ یعنی اسلاف سے رشتہ جڑا ہوگا۔ ڈاکٹر صاحب نے خزاں رسیدہ امت کے لیے بہار بننے والی جس تحریک کو شروع کیا اور اس کے لیے بیان القرآن کا سلسلہ شروع کیا اس میں کسی جگہ بھی سلف سے انحراف نہیں کیا گیا۔ بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ اس راستے میں جو کانٹے اور گرد آلود ہواؤں کے سبب خزاں رسیدہ پتوں سے جو راستہ دھندلا رہا تھا بلکہ سامنے بھی، آگے راستے غائب اور تاریکی میں ڈوبے نظر آ رہے تھے ان کو بھی صاف کیا ہے۔ مختصراً کہوں کہ یہ تفسیر سنت ﷺ کی سچی تصویر ہے اور ائمہ مفسرین، محدثین کی جانفشانی سے متعین کیے ہوئے صحیح اور درست طریقوں کو جدید انداز میں پیش کرنے والی ابدی حقائق کی حامل تفسیر ہے۔ غیروں کا تو تذکرہ کیا، وہ تو دیدہ و دانستہ حقائق کو جھٹلاتے اور دین حق کی تکذیب کرتے ہیں لیکن ہمارے اپنے اندر کچھ ایسے فاضل ہیں جو جدید نام نہاد روشن خیال تہذیب کی چکاچوند سے اپنی نگاہیں خیرہ کر بیٹھے۔ دانستہ یا نادانستہ انہوں نے جدید تقاضوں سے اپنے خیال میں عہدہ برآ ہونے کے لیے کچھ اس طرح سائنسی افکار و نظریات پر قرآن کریم کو منطبق کرنا چاہا کہ بجائے سائنسی نظریوں کو تائید میں لاتے قرآن ہی کی تراش خراش شروع کر دی۔ یہ خدمت اور تعمیر نہیں بلکہ تخریب کا سبب بن گئی۔

قرآن کریم سے سائنسی نظریوں کی کشید کرنے کی روش تعمیری نتائج کی حامل نہیں ہو سکتی۔ قرآن کریم تو کتاب ہدایت ہے۔ یہ سائنسی علوم سمیت تمام علوم کو انسانوں کی طبعی ضروریات کے لیے ضروری قرار دیتا ہے لیکن ان کو ایسی حدود بھی دیتا ہے جس میں رہ کر ہی یہ منفعت بخش ہو سکتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحبؒ جدید علوم کے حامل تھے۔ سائنسی نظریوں کے شناور تھے۔ انہوں نے اپنی اس تفسیر میں کچھ ایسی احتیاط دکھائی ہے کہ کہیں بھی قرآن کریم کے دامن کو ان خاروں سے آلودہ نہیں ہونے دیا۔ قرآن کریم کو ان کے تابع کرنے کی بجائے ان کی نکیل قرآن کریم کے ہاتھ میں ہی رکھی ہے، اور دکھایا ہے کہ یہ کتاب ہدایت تمام علوم کو اس طرح سنوارتی ہے کہ وہ علوم طبعی ضروریات کی تکمیل کریں، زندگی کی تزئین و آرائش کریں، تخریب کا سبب نہ بنیں۔

قرآن کے نام پر جدید علوم و افکار کی تائید کرتی ہوئی ساری تحریکیں ڈاکٹر صاحبؒ کی نظر میں تھیں۔ وہ ان کے امت پر اثرات اور ان کے نتائج سے آگاہ تھے۔ اس سلسلے میں پیدا شدہ خدشات کو اجاگر بھی کرتے رہتے تھے۔ اس لیے وہ بیان القرآن میں صراط مستقیم پر سلامتی کے ساتھ گامزن اور سرخرو ہوئے۔ اللہ کریم ان کی محنت کو قبول فرمائے۔ امت کے لیے وجہ سرفرازی و کامرانی بنائے۔ اُخروی نجات کا وسیلہ و ذریعہ بنائے اور ان کی یہ کاوش امت مسلمہ کو اس کی منزل مقصود تک پہنچانے کا سبب بنے۔

☆☆☆

بقیہ: اداریہ

عذر یہ تھا کہ یہ لوگ افغانستان میں امریکہ کے خلاف کارروائیاں کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے پاکستان کی اُس وقت کی عسکری قیادت نے بھی اندھا دھند اپنے آقا امریکہ کی خدمت کی غرض سے اور امریکہ سے مال بٹورنے کی نیت سے قبائلیوں پر خوب ظلم ڈھائے۔ قبائلیوں کے انتقام سے کون واقف نہیں۔ قبائلیوں نے پاکستان کی فوج اور شہریوں کے خلاف کارروائیاں کیں تو امریکہ اور بھارت دونوں نے اُن کی عملی مدد کی تاکہ پاکستان کو غیر مستحکم کر کے ایٹمی حوالہ سے اُس سے اپنی بات منوائی جائے۔ کیونکہ اسرائیل کا تحفظ امریکی پالیسی کا بنیادی پتھر ہے اور اسلامی ملک کے پاس ایٹمی قوت کا مطلب ہے کہ کسی وقت بھی اسرائیل کی سلامتی خطرہ میں پڑ سکتی ہے۔ یہ انتقام در انتقام کا سلسلہ پاکستان میں خون کی ندیاں بہا رہا ہے۔ ہم کسی صورت طالبان پاکستان کی انتقامی کارروائیوں اور تشدد کو جائز اور درست نہیں سمجھتے۔ لیکن ہماری سیاسی اور عسکری قیادت کو بھی اپنا اصل دشمن پہچاننا چاہیے۔ دونوں طرف سے مسلمان کا خون بہہ رہا ہے اور کفر قہقہے لگا رہا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ طالبان پاکستان کو شکست دینے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ پاکستان میں اسلامی نظام نافذ کر دیا جائے، ایک تو اس کی برکات سے پاکستان میں امن و امان کا دور لوٹ آئے گا اور دوسرا طالبان پاکستان کا عذر بھی ختم ہو جائے گا۔ اُن کے پاس خون خرابے کے لیے کسی قسم کا جواز باقی نہیں رہے گا اور پاکستان میں معاشی، معاشرتی اور عسکری ہر نوع کی دہشت گردی ختم ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ!

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر شیخ صدیقی فیملی کو اپنے بیٹے، حافظ قرآن، تعلیم بی اے، عمر 43 سال، ذاتی گھر، ذاتی کاروبار، پہلی بیوی فوت۔ اولاد کوئی نہیں۔ پڑھی لکھی (ترجیحاً حافظہ، عالمہ) کنواری یا بیوہ، شرعی پردہ کی پابند، خوب صورت خوب سیرت لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ عمر 30 سال سے زیادہ نہ ہو۔

برائے رابطہ: 0345-3687591
0312-4179711

☆ کراچی میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی دو بیٹیوں، عمر 30 سال، ایم اے سائیکالوجی، قد "5'.6 ...... بیٹی عمر 24 سال، ایم اے اسلامیات (جاری)، قد "5'.6 کے لئے دینی مزاج کے حامل، برسر روزگار اور تعلیم یافتہ لڑکوں کے رشتے درکار ہیں۔ کراچی میں رہائش پذیر فیملی کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: (021)36631532
0335-2787766

A Travesty of Justice

Last week, which should have reminded India of the 13th anniversary of the Gujarat pogroms of 2002 and demanded afresh justice for the hapless victims, instead passed as "a season of 'clean chits' for the guilty". It witnessed a mockery of justice in cases related to the pogroms, well-documented and widely condemned and at the same time brazenly botched. It was, in fact, in continuation of the alleged tradition of Gujarat administration, police and investigating agencies to obstruct the course of justice in these cases.

The Gujarat pogroms of 2002 are, and would be remembered accordingly in the history of the Independent India, the most horrendous mass killings with the willing suspension of law and order machinery. The brutal genocide targeted against a particular religious community claimed over 2,000 innocent human lives and rendered homeless around 1,50,000 persons.

In some cases, the perpetrators of the heinous crimes of loot, arson, murder and rape during the massacre have been acquitted by the investigating agency. In some other cases, those declared convicts have been granted bail. On 26 February 2015, a convict in the 2002 Naroda Patiya massacre case, Kripalsingh Chhabda, who was assistant to Maya Kodnani and was accused of distributing weapons on the day of massacre, was granted bail. Chhabda had earlier been sentenced to a 24 years prison term. Last year, Kodnani, former Minister in the State Cabinet and convict in this high-profile case, was also granted bail. Also, Vishwa Hindu Parishad leader Babu Bajrangi has been granted interim bail several times.

On 27 February, six people, accused in the killing of three British citizens of Indian origin – Saeed Dawood, Shakil Dawood and Mohammad Aswat – who along with others were burned alive near Prantij town of Gujarat's Sabarkantha district of Gujarat, were acquitted for "lack of evidence".

Fake encounters alongside the infamous massacre are part of the BJP-ruled Gujarat. Since the party-led government came to power at the Centre in May 2014, some police officers sentenced for fake encounters, including D.G. Vanzara, have been granted bail.

It is an irony that the guilty are being acquitted or granted bail while human rights activists like Teesta Setalvad and her husband are being hounded for their efforts to seek justice for Gujarat victims. Is the much-touted 'promise' of *achche din* only for these accused of barbaric, inhuman crimes?

It is high time that the apex courts of India took *suo motto* action against these acquittals and bails so that the victims might get justice, the guilty might be given due punishment and the confidence of people in the law and order machinery as well as the judicial system might be restored.

<u>Courtesy:</u> http://www.radianceweekly.in

کُلّیۃ القرآن لاہور

بانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

191-اے، اتاترک بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور

رجسٹرڈ والحاق شدہ: وفاق المدارس العربیہ پاکستان-کوڈ 09565

درس نظامی کے ساتھ ساتھ میٹرک، ایف اے، بی اے اور ایم اے کے خواہش مند طلبہ کے لیے
درجہ اولیٰ و جماعت نہم میں

داخلے شروع

خصوصیات

- ذہین اور مستحق طلبہ کے لیے وظائف
- قیام اور طعام کی سہولت
- وفاق المدارس العربیہ اور
- لاہور بورڈ/پنجاب یونیورسٹی کا نصاب

اہلیت

- آٹھویں جماعت پاس
- عمر 13 تا 15 سال
- حفاظ کے لیے عمر میں ایک سال کی رعایت
- صرف پاکستان کے شہری

شیڈول برائے داخلہ

پراسپکٹس اور داخلہ فارم	10 مارچ 2015ء سے دستیاب
داخلہ فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ	3 اپریل 2015ء
ٹیسٹ/انٹرویو	4 اپریل 2015ء، صبح 9 بجے
کلاسز کا آغاز	6 اپریل 2015ء

المعلن: پرنسپل کلیۃ القرآن، اتاترک بلاک، نیوگارڈن، لاہور

رابطہ: 042-35833637 0301-4882395